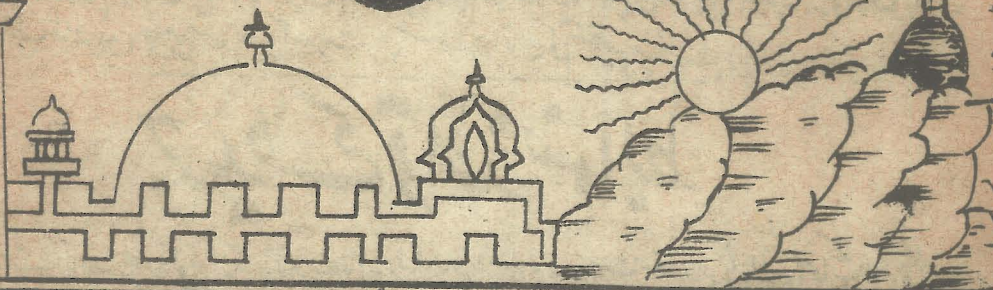


ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو
شائع ہوتا ہے

مجلس مرکزی حزب الانصار بھیرہ و ادارہ عالیہ محمدیہ کراچی

حصہ اول نمبر ۲۶۵
قیمت سالانہ
دو روپے
طلبہ سے دلچسپ و پیہ

شمس الاسلام



علمی جواہر کی ازرائی

کاغذ کی ہولناک گرانی اور قارئین شمس الاسلام کی بے توجہی سے جریدہ کی حالت قابل رحم ہے اس خالص علمی اخلاقی تبلیغی جریدہ کا بقا نہایت ضروری ہے اسلئے مالی خسارہ پورا کرنے کیلئے سال ہائے مابین کے جس قدر رسائل دفتر میں پڑے ہیں سب کو ازرائی قیمت پر فروخت کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے جریدہ ہذا سال ۱۹۷۸ء سے جاری ہے تیرہ سال کے عرصہ میں اس نے بے بہا اور مضامین شائع ہوئے اس لئے قارئین اس رعایت سے فائدہ حاصل کریں اور جس قدر اور جس سنہ کے رسائل درکار ہوں ڈیرہ آہنی رسالہ کے حساب سے بذریعہ منی آرڈر رقم بھیج کر طلب کریں۔ علامہ ازیں جو صاحب جریدہ ہذا کا اجراء اسلامی مقاصد کیلئے ضروری سمجھتے ہوئے اسکی توسیع اشاعت کی طرف توجہ کریں۔ اس کے سابقہ رسائل کو فروخت کرنے اور حزب الانصار کی مطبوعات بقیہ آسمانی صورتیں کشف التلبیس، ہدایات القرآن، اجتناب الحقیۃ، تازیانہ نقشبندیہ، رکعات تراویح، حقیقت شیعہ وغیرہ کی فروخت میں مدد دیں تاکہ مالی خسارہ کی کسی حد تک تلافی ہو سکے۔

زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف

ماہ رجب، شعبان و رمضان میں ذی ثروت و صاحب نصاب اشخاص زکوٰۃ ادا کیا کرتے ہیں ایسے صحاب اس موقع پر حزب الانصار کے مدارس عربیہ کے طلبہ اور تبلیغی اداروں کو فراموش نہ فرمائیں اور رقوم اعانت بنام ناظم حزب الانصار بھیرہ روانہ فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔
(میلنگ)

(ماہنامہ مولوی غلام حسین ایڈیٹر پرنٹر و پبلشر منور الیکٹرک پریس سرگودھا میں چھپ کر دفتر شمس الاسلام بھیرہ پناہ شائع ہوا)

بیادگار

اعلیٰ حضرت جامع شریعت الطریق
قدوة السالکین زبدة العارفين مولانا
محمد ذاکر صاحب گوتی
نور اللہ مرقدہ

من جانب

حزب الانصار بھیرہ (پنجاب)

اللہ کے دین کے مدگاروں کا گروہ

بسرپرستی

حضرت رئیس المبلغین مولانا
محمد نصیر الدین صاحب
گوتی رحمۃ اللہ علیہ جاری
کیا گیا

اغراض و مقاصد { ۱۔ اندرونی و بیرونی حلوں سے اسلام کا تحفظ، تبلیغ و اشاعت اسلام۔
۲۔ اصلاح رسوم باقتدار شریعت اسلامیہ۔ احیاء و اشاعت علوم دینیہ۔

طیقت کار { ۱۔ جریدہ شمس الاسلام کا اجراء ریل دارالعلوم عزیزیہ جامع مسجد بھیرہ جو اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ
اسلام کی بہترین خدمت انجام دے رہا ہے ریل مبلغین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں اسلامی زندگی پیدا
کی جا رہی ہے۔ ۲۔ عظیم الشان سالانہ کانفرنس (۵) امیر حزب الانصار کا مبلغین کے ہمراہ سالانہ تبلیغی دورہ۔ (۶)۔
یتیم خانہ (۷) کتب خانہ (۸) جامع مسجد بھیرہ کی مرمت (۹) مسلم نوجوانوں کی تنظیم۔

جریدہ کے قواعد و ضوابط

- ۱۔ جو صاحب حزب الانصار بھیرہ کو کم از کم پانچ روپے ماہانہ رقم عطا فرمائینگے وہ سرپرست مقرر ہونگے ایسے صحابہ کرام کو جریدہ
شمس الاسلام میں شائع ہونگے ایسے حضرات کی سفارش پر ۲۵ امانان مساجد غریبا یا طلباء کے نام جریدہ بلامعاوضہ جاری کیا جائیگا
پانچ روپیہ سے کم اور ایک روپیہ سے زیادہ جو صاحب ماہوار رقم عطا فرمائینگے وہ معاونین میں شمار ہونگے اور ان کی سفارش پر
۱۰ امانان مساجد غریبا یا مفلس طلباء کے نام سالہ جاری کیا جائیگا معاونین کے اسماء بھی شکرہ کے ساتھ درج کئے جائینگے۔
- ۲۔ ارکان حزب الانصار کے نام جریدہ مفت بھیجا جاتا ہے جہہ رکنت کم از کم چار آنہ ماہوار یا تین روپیہ سالانہ مقرر ہے۔
- ۳۔ عام سالانہ جہہ عام مقرر ہے نمونہ کار پر چھ تین آنہ کے ٹکٹ موصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے۔
- ۴۔ سالہ باقاعدہ جانچ پڑتال کے بعد ذریعہ ڈاک بھیجا جاتا ہے۔ رسائل راستہ میں تلف ہو جاتے ہیں ایسی صورتوں میں خطی طور پر رسید
کے اخیر تک اطلاع موصول ہونے پر دوبارہ بھیجا جاتا ہے اطلاع نہ ملنے کی صورت میں دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام

مینجر سالہ شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب) ہونی چاہئے

سُرخ نیل کا نشان۔ یہاں ان حضرات کے پرچہ پر سُرخ نیل کا نشان لگایا گیا ہے جنکے ختم ہو چکے ہیں اس پر چکیاتہ
ختم ہو چکی ہے ان حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ آئندہ سال کا چنہ بذریعہ منی آرڈر جلد روانہ فرمائیں اگر خدا نخواستہ
کسی وجہ سے آئندہ خریداری کا ارادہ نہ ہو تو بذریعہ پوسٹ کارڈ ہمیں پہلی فرصت میں مطلع کریں۔ خاموشی کی صورت میں آئندہ
ماہ کا پرچہ بذریعہ وی پی ارسال خدمت ہوگا جس کا وصول کرنا آپ کا اسلامی و اخلاقی فرض ہوگا (غلام حسین مینجر شمس الاسلام)

مسلم نوجوان سے خطاب

(انجانب محترم غلام حسین صاحب شاگرد صدیقی)

اے جوان اے ملت بیضی کی جان آرزو پیکر خاکی میں ہے شمشیر بے زنگار تو
منتظر تیرے کرشموں کا ہے باطل کا گلو آہ لیکن جم گیا تیری رگوں میں ہے ہو
سوز دل کے اٹھ دکھا عالم کو پھر جو ہر ذرا
پھونک دے گوشِ مبتلا میں اللہ اکبر ذرا
ذرہ ذرہ دہر کا آج اس طرح بیدار ہے خواب کی آسودگی سے گویا وہ بیزار ہے
جس کی فطرت بے ہشی تھی وہ تو یوں ہشیار ہے اور تو ہشیار ہو کر بے پئے سرشار ہے
خواب غفلت تباہی چشمِ نمار آلود کھول !
اٹھ خدا کا نام لے فکریں درِ مقصود کھول !
کامرانی کر رہی ہے تیرا از خود انتظار شرط ہے لیکن بدل دے اپنے لیل و نہا
کر کے اپنے عزم کو نورِ عمل سے تابدار پھر دکھا گلزارِ ملت میں وہی پہلی بہار
ہیں جلو بردار تیرے ہر نفس کے رنگ و بو
آہ۔ لیکن اپنے اس اعجاز سے غافل ہے تو
تیری بے ہوشی کا چرچا آج ہر محفل میں ہے حق کا استہزا اسی سے عالم باطل میں ہے
کیوں تاثر ہیچ مقداری کا تیرے دل میں ہے رنگ برق و وعدہ غافل تیرے آبِ گل میں ہے
پھونک دے سوزِ نفس سے رختِ باطل پھونک دے
گر نہیں ہے سوزِ یہ دل میں ترے دل پھونک دے
آبتاؤں میں تجھے اک ایسا رازِ زندگی درک یک لحظہ بھی جس کا ہے نمازِ زندگی
باپ حق پر لیکے آدے سے نیازِ زندگی اٹھ دکھا عالم کو بن کر پاکبازِ زندگی
یہ مقامِ عشق حق ہے عیش کی منزل نہیں
گر نہیں ہے تجھ کو یہ حاصل تو کچھ حاصل نہیں !
مقصودِ ہستی سے اپنے اس قدر غافل ہے تو موج طوفانِ خمیہ ہو کر تو دہِ ساحل ہے تو
دولتِ دل رکھ کے پہلو میں بھی آف بیدل ہو تو اے زخود بیگانہ بسن۔ ناقص نہیں کامل ہے تو
اس جہاں میں تو خدا کا آخری پیغام ہے
تو اگر زندہ ہے۔ زندہ شوکتِ اسلام ہے

اُمّہ بلند اطرافِ عالم میں خدا کا نام کر
تھام کر قسراں بخل میں خدمتِ اسلام کر
حجّتِ حق کا کنشت و دیر پر اسام کر
تجھ کو جو دولتِ خدا نے دی ہے اسکو عام کر
پھیل جا لطفِ خدا بن کر جہاں پر پھیل جا
تنگ ہے روئے زمین گر آسماں پر پھیل جا
از پیئے قانون ملت نغمہ دل سوز بن
چھوڑ یہ درسِ غلامی حسرتِ آموز بن
داستانِ دوش کب تک قصہٴ امروز بن
بہر فردا دورِ ظلمت میں جہاں افسوز بن
دور کرتا رکیاں عالم کی حق کا نور ہو !
پر تو ہم سر حیرا ہو - عکس برق طور ہو
آشتی کا اپنے دشمن کو بھی آپنیام دے
نامسماں دوستوں کو دعوتِ اسلام دے
کام وہ کر ساتھ تیرا گردشِ ایام دے
رحمتِ حق "سعیکم مشکور" کا انعام دے
محفلِ عالم میں تو تقدیر کی تصویر بن !
اے زخود غاسلِ رضاے مالکِ تقدیر بن !
خود بھی جاگ اس خوابِ غفلت سے توبہ بخدا
اور ملت کو بھی حق کا نام لے لے کر جگا
جلوۂ توحید سے بیمِ حیاتِ اپنی سجا
خضرِ راہ ہر وقت اپنا اسوۂ حسنہ بنا
تو مسماں ہے رسول اللہؐ کا دامن نہ چھوڑ
عافیت اس میں ہے دو عالم کی یہ مامن نہ چھوڑ
اے گل پروردہٴ موج بہارِ مصطفیٰؐ
عرش تک جاتی ہے سیدھی راگزارِ مصطفیٰؐ
چاہتا ہے گردِ دو عالم میں جوارِ مصطفیٰؐ
جان و دل کر دے تیرے دل سے نثارِ مصطفیٰؐ
مصطفیٰؐ کا ہو کے درویشی بھی کر شاہی بھی کر
قربِ حق پا کر جہاں سے دور گمراہی بھی کر

قطعۃ النسخ وفات حضرت مولانا محمد حسین صاحب سجادہ نشین مروۃ شریف

(از حکیم مولانا عبدالرسول صاحب کیمروی)

دیباکہ ذوالحمید اہل صف	بہ تقویٰ فضل و کرم مقتدا	مشرّف بہ حج دائمی شغل	بہ زہد و عبادات بے روریا
محمد حسین آل ولی زماں	منور کن مسندِ چشتیا	ز دنیا لے دول ناہائے لب	دش گشت مشتاقِ وصلِ خدا
بہ سجادہ عالی مروۃ شریف	پئے سالکاں ہادیِ نینا	زخام و اہل ارادت بدم	شدہ مخفی چہرہٴ پر ضیا
بہ عرفان ممتاز و علم و عمل	اجل حافظ و اہل ورع و ہمت	دلِ عبد چوں فکر تاریخ کرد	بگفت کہ اے خادمِ اولیا

تو کمالِ معظم محمد حسین — بگو سالِ تاریخِ آن ذوالعلا

ایک شاعرِ مشرق کا پیغام

ایک "ناظم" مغرب زدہ کے نام

(از حضرت جگہ مراد آبادی)

دے کے خدا کو گالیاں خوب پیئے پلائے جا
قوم و وطن کے مدعی کون و مکاں چھپائے جا
تیری تمام خلوتیں، شاہد و مطرب و شراب
تو کہ ہے ننگِ زندگی۔ درسِ ترا در زندگی
اے کہ ہے تیری ذہنیت ساختہ، فرنگیاں
تیرے فریب کیلئے کم نہیں پست ذوقیاں
تجھ کو خدا سے کیا غرض، چھوڑ خدا کا تذکرہ
تیری نگاہ و فکر میں عصمتِ حسن کچھ نہیں
جہلِ ترا تری شہرِ علمِ ترا متاعِ غیر
اہلِ دول کے سامنے دستِ ہوس ترا دراز
اینٹھ کے دوسروں کا مال نوہِ مفلسی سنا

کہہ کے سلام و مرثیہ دستِ ہوس پڑائے جا
فکرِ عمل کی وسعتیں تنگ کر پڑائے جا
بزم میں انقلاب کا شور مگر مچائے جا
زندگی و درندگی یوں نہ بہم ملے جا
خوب فریب کھا چکا اپنے فریب کھائے جا
بھر کے ہر ایک تازہ رو شیعہ بے تو دکھائے جا
مارس کا تو غلام ہے مارس کے گیت گائے جا
اپنی یہ بزدلی مگر مصلحتاً چھپائے جا
حکمت و شعر کہہ کے تو سب کو یقین دلائے جا
ہٹ کے وہاں سے گالیاں انکو مگر سنائے جا
کھا کے پلاؤ تو رہ بھوک کے گیت گائے جا

جب تری مضحکات پر بزم کی بزمِ ہوس پڑے

(منقول از مدینہ)

داد سمجھ کے اپنا سزا زتے تو پلائے جا

عہ غالباً جوش ملیح آبادی مراد ہے۔ (مدیر)

ملاحظات

فوج محمدی کی اطلاعات

کمرشانی مولانا فخر الزمان صاحب کی مساعی مجید سے ۱۳۱ رضا کار جدید بھرتی ہوئے۔
کمرشانی میں دو جماعتیں بنائی گئیں۔

حسب ذیل جدید انتخاب عمل میں آیا:-

۱۔ کمرشانی مغربی (محلہ جلو خیل)

صدر۔ جناب عبدالرحمن خان صاحب۔ نائب صدر۔ میاں گل بند صاحب۔ ناظم مولانا میاں محمد صاحب۔ نائب ناظم میاں غلام فرید اعوان۔ ناظم تبلیغ مولوی فضل حسین صاحب قریشی۔
۲۔ کمرشانی مشرقی۔

صدر مولانا عطاء محمد صاحب۔ نائب صدر جناب محمد خان صاحب۔ ناظم مولوی امام الدین صاحب۔
کمرشانی کی جماعتوں کے امیر العسکر جناب عنایت اللہ خاں صاحب مقرر ہوئے اور نائب امیر العسکر جناب محمد رمضان صاحب قرار دیئے گئے۔

مندہ خیل۔ مندہ خیل میں تحریک فوج محمدی کو فروغ حاصل ہو چکا ہے۔ رضا کاران (یعنی انصار) کی تعداد ۱۱۲ سے متجاوز ہو چکی ہے۔ میاں غلام جیلانی صاحب صدر انصار و دیگر کارکنان پوری ہمت سے خدمت اسلام کے لئے وقف عمل ہیں۔

حزب الانصار کی اطلاعات

حزب الانصار کے تعلیمی اداروں میں ۱۰ شعبان سے تعطیلات کر دی گئی ہیں۔ مدارس عربیہ کا افتتاح و طلبہ و داخلہ ۸ شوال المکرم سے شروع ہو گا۔

امیر حزب الانصار یدظلہ نے ماہ اگست میں کلہار نور پور سینٹی (ضلع جہلم) چھوٹے ضلع گجرات اور موٹی خیل ضلع میانوالی۔ چنیوٹ و محمدی ضلع جھنگ کا تبلیغی دورہ فرمایا۔

مولانا احمد یار صاحب مبلغ حزب الانصار نے اراضی ٹیکسلا (ضلع راولپنڈی) جہلم۔ گجرات۔ پک عمر۔ منڈی بہاء الدین و دیگر مقامات میں تبلیغی فریضہ ادا کیا۔

انجمن تبلیغ الاسلام ڈھرانجھ ضلع سرگودھا کا تیسرا سالانہ جلسہ

یکم دسمبر ۱۹۷۲ء کو بمقام ڈھرانجھ ضلع سرگودھا انجمن تبلیغ الاسلام ڈھرانجھ کا تیسرا سالانہ تبلیغی جلسہ بڑی شان و شوکت سے منعقد ہوا۔ جس میں جناب مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری۔ حضرت مولانا مولوی ظہور احمد صاحب بگوی۔ قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی۔ جناب مولوی عبدالرحمن صاحب میانوالی۔ حافظانہ داد صاحب گجراتی۔ اور حضرت مولانا مولوی محمد حنیف صاحب مجاہدہ نشین و امیر انجمن رفیق الاحناف کوٹ موہن جیسے نامور اور قابل قدر علمائے عظام نے شمولیت فرمائی۔
ڈھرانجھ ریلوے اسٹیشن سے دور افتادہ دریائے چناب کے کنارے ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ مگر عین فصل کی کٹائی کے دنوں میں ایسے عظیم الشان جلسہ کا انعقاد کارکنان کی قابل ستائش مساعی کا نتیجہ تھا۔ جلسہ بے حد کامیاب رہا (میاں محمد رفیق سیکرٹری انجمن تبلیغ الاسلام ڈھرانجھ ضلع سرگودھا)

مسلمانوں کا پہلا عروج و اقبال اور موجودہ تنزل و ادب

اسباب زوال

(۲)

(از مولانا سید صالح الدین صاحب کاکا خیل رفیق دارال تالیف دارالعلوم غزنیہ پھر)

تشبہ بالنصارے

۱۔ وضع میں تم ہونصرانی تو تمدن میں ہنود
یہ سماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرماؤں یہود (اقبال)
اسی طرح آج ہماری قوم کے نوجوان یورپ کی نقالی میں اپنی
سعادت سمجھ رہے ہیں۔ ہر ہر چیز میں ان کی روش پر چلنا
موجب فخر و مباہات ہے۔ شکل و صورت اسلامی نہیں رہی
پہننا، کھانا، پینا اسلامی طور و طریقہ پر نہیں۔ زقار گوشتار
میں اسلامی آداب کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا۔ عام سیدھے سادے
دیہاتی یا ”ملا یا نہ ٹاٹپ“ کے ان ”غیر تمدن وغیرہ مذہب“
مسلمانوں کو ذرا تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ دیجئے۔ جن کو
تجدد اور نئی روشنی کی زبان میں ”فکریڈ کلاس“ مسلمان
کا خطاب ملا ہے۔ آپ ”سکنڈ کلاس“ اور ”فٹ کلاس“
”تعلیم یافتہ“ اور ”مذہب“ مسلمانوں کی حالت کا مشاہدہ
کیجئے۔ کہ ۱

زفرق تا یہ قدم ہر کجا کہ می نگریم
کر شمشہ دامن دل می کشد کہ جابجا

سر سے پرتنگ ”صاحب بہادر“ بنا ہوا ہوتا ہوا ڈاڑھی

کے بالوں سے عداوت تو خیر بہت عرصہ سے ہے اور عام
ہے لیکن مسٹر کرزن کی ”سنت سنہ“ کی پیروی بھی فلاح
دارین اگر نہیں تو ”فلاح دار“ تو ضرور ہے۔ اس لئے
منہجوں کا بھی خوب صفایا کر دیا گیا ہے۔

سرکے بالوں کے متعلق حضور کا ارشاد صاف ہے
احلقوا کلمہ اوا ترکوا کلمہ (مسلم) و ینی عن القزع
(متفق علیہ) اور وجہ بھی بیان فرما گئے فانہ زی الیہود
یعنی یہ بعض حصہ موٹہ صوانا اور بعض بال چھوڑنا یہودیوں
کا زئی یعنی فیشن ہے۔ مگر چونکہ حضور تو اب ہمارے
مقتدا نہیں۔ ان کی باتیں تو تیرہ سو سال پہلے ”غیر
مذہب“ عربوں کے لئے تھیں۔ اس روشنی اور تہذیب
کے زمانے میں پُرانی چیزیں کام نہیں دے سکتیں
کہ تقویم پارہینہ ناید بکار

دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ اور مولوی صاحبان ابھی
تک عالم خواب کی باتیں کر رہے ہیں۔ اس لئے سرکے
بال خوب فیشن ایل ہیں

اب دوپٹہ ہے نہ ٹوپی کچھ عجب ہی سانگے
سر پہ سیدھی مانگ کے بندے بھی ٹیڑھی مانگے

”صاحب بہادر“ یا ننگے سر گھوم رہے ہوں گے۔ کیونکہ
سرد جھونکے بھی ہوا کے اب نہیں ہیں ناگوار
کیسی دستار، اب نہیں ہے سر پہ باقی اکتا

لیکن اگر کچھ اور ڈھک سر کو چھپا نا ہے۔ تو پھر آپ چشم
عبرت بین کو اس انتظار میں نہ رکھئے کہ وہ یہ دیکھ لے
گی۔ کہ ٹوپی ہے یا دستار ہے۔ کیونکہ یہ چیزیں تو آثار
قدیمہ میں داخل ہو گئیں

کیسی ٹپنی ٹپ نے پھیننی جگہ دستار سے،
جب ”صاحب بہادر“ اور ”فسٹ کلاس“ کے مسلمان ہو
تو پھر تو یہ نہمت کرنی ہوگی۔ کہ سر پر چھبر اٹھایا جائے
ہیٹ کیا سر پر رکھے گویا کہ چھبر رکھ دیئے
اگر وجہ پوچھیے تو جواب ظاہر ہے۔ کہ جس طرح آقا کو دکھا
غلام کو بھی وہی کرنا پڑا۔ انگریز سب اسی طرح رہتے ہیں۔
تو اسی میں ضرور بڑے بڑے ڈاکٹری فوائد و منافع ہونگے
لباس بھی وہی۔ یورپ کی نظروں میں پسندیدہ ثابت
ہو چکا ہے۔ ننگائی جو درحقیقت قوم کی ننگ کٹی ہے ضرور
ہوگی یا تو نیک اور جانگیا پہنا ہوگا۔ اگھٹنے کھلے ہی ہوں گے
کیونکہ شریعت کا مسئلہ ستر عورت تو ایک فرسودہ خیال ہے
اور شرم و غیرت بھی مشرقی ”توہمات“ کی پرانی چیزیں
ہیں۔ اور یا بدن پر تکیے کا غلاف چڑھایا ہوا ہوگا۔ جس کو
سجدہ کی اصطلاح میں پتلون کہتے ہیں۔ اور اسی طرح
”شاگرد رشید“ کی چال ڈھال، گفتگو، نشست و برخاست
یورپ کے ”اساتذہ کرام“ کی طرح ضرور ہوگی۔ غرض اپنی
طرف سے انتہائی کوشش کی جائے گی کہ آپ کو ”صاحب
بہادر“ سمجھ سکیں۔ اور کالارنگ اگر اس کے سو فیصدی
صاحب بہادر ہونے کی پردہ داری نہ کر سکے۔ تو کم از کم آپ
اس کو بیسویں صدی کا ”مہذب و متہذبن انسان“ تو ضرور
یقین کریں گے۔

انگریزی زبان اور اسلامی زبان - انگریزی

سیکھنا اور بوقت ضرورت اس کا بولنا ایک زبان کی حیثیت
سے کچھ برا نہیں ہم اس کو اسی حیثیت سے چنداں معیوب
و مذموم نہیں سمجھتے۔ لیکن یہ چونکہ ایک غیر اسلامی زبان ہے
غیر مسلمانوں کی زبان ہے۔ ہماری تہذیب و تمدن اور ہماری
زبانوں کو ملیا میٹ کرنے والوں کی زبان ہے۔ بہ الفاظ
صحیح اعداء اللہ کی زبان ہے۔ اس میں ہمارا کوئی مذہبی علم

نہیں۔ ہماری مذہبی کتابیں نہیں اس لئے اس کی
محبت، اور اس کو قلب کی گہرائیوں میں جگہ دے کر
عشق و الفت کا معاملہ رکھنا مسلمان سے برداشت نہیں
ہو سکتا۔ ہماری محبت ہوگی تو عربی زبان سے ہوگی۔ قلبی
شفاف اور دل کا لگاؤ ہوگا تو عربی ہی سے ہوگا۔ کیونکہ وہ
ہماری مذہبی زبان ہے۔ ہماری کتاب مقدس قرآن مجید
کی زبان ہے۔ ہمارے پیارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی زبان ہے۔ ہمارے پیشواؤں صحابہ کرام
اور ائمہ عظام کی بولی ہے۔ ہماری تمام مذہبی کتابیں، تمام

سے لطیفہ۔ مجھ سے ایک سرکاری ملازم نے جو تشرع آدمی
ہے داڑھی رکھی ہے اور پابند صوم و صلوٰۃ ہے یہ حکایت بیان کی
کہ ایک دفعہ مجھے ایک انگریز افسر نے ڈانٹ کر کہا کہ احمقوں اور قویوں
کی طرح تم نے یہ داڑھی کیوں رکھی ہے یہ تو مہذب لوگوں کا شیعہ
نہیں یہ تو جنگلیوں اور وحشیوں کا طریقہ ہے۔ میں نے کہا صاحب
دنیا میں ہر شخص ایسا کام کیا کرتا ہے جو اس زمانہ میں سب سے بڑا
آدمی کیا کرتا ہے اور اس کی پیروی اپنے لئے موجب فخر و جہت ہے
چونکہ ہمارا بادشاہ جارج پنجم دنیا کے بادشاہوں میں سب سے
بڑا بادشاہ ہے ہم ان کی رعیت ہیں اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ
اس نے داڑھی رکھی ہے۔ میں اس کا فوٹو بھی دیکھتا ہوں تو
اس بات کی تائید ہوتی ہے میں نے بھی داڑھی رکھنی شروع
کی کہ یہ کوئی اچھا اور قابل فخر کام ہوگا۔ اور آج آپ فرما رہے ہیں
کہ یہ شیعوں اور غیر متہذبن لوگوں کا کام ہے

انگریز خاموش ہوا اور جارج کے بار میں کچھ نہ کہہ سکا یہ الزامی جواب
اسنے اچھا ہی دیا لیکن اگر ہم آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم عمر آدمی
پیش کر کے کسی فسٹ کلاس مسلمان کو یہ جواب دیں تو غالباً وہ حضور
کے متعلق بھی خاموش نہ ہوگا اور ان کی شان اقدس میں بھی کچھ بکے گا یہ
سو غنظ نہیں اسی قسم کے سینکڑوں واقعات روزانہ مشاہد ہوتے ہیں

روایات اسی زبان میں ہیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ حضور کا فرمان ہے ۔

احبوا العرب لثلاث
لائی عربی والقرآن
عربی وکلام اهل الجنة
عربی۔
الہیئت فی شعب الایمان
مشکوٰۃ شریف
تین وجہ سے تم عربوں کے
ساتھ محبت رکھو۔ اس لئے
کہ میں بھی عربی۔ قرآن پاک
بھی عربی زبان میں۔ اور
جنتیوں کی باہمی گفتگو بھی
عربی میں ہوگی۔

اس لئے عربوں اور عربی زبان سے ہماری محبت والفت ضروری اور مذہبی حیثیت سے لازمی ہے۔

یابچہ اگر ہماری محبت ہو سکتی ہے تو فارسی یا اردو سے ہے۔ کیونکہ وہ بھی ہندوستان میں آکر ہماری قومی اور ملی زبان بن گئی ہے اسی کو فروغ دینا قومی محاذ کو مضبوط بنانا ہے۔ اس کو عام کرنا قومیت کی جڑوں کو پھیلانا ہے۔ مگر زبان کے معاملہ میں بھی ہماری حالت ناگفتہ بہ ہے۔ عربی تو موضوع بحث سے خارج ہے البتہ اردو کیلئے برائے نام چند ”اغراض“ و ”جنایات“ کے ماتحت لڑ رہے ہیں مگر دل کا تعلق اور قلبی عشق والفت انگریزی سے ہے۔ عربی زبان اور عربی زبان جاننے والوں کی کچھ قدر وقعت نہیں۔ دل میں ان کی کچھ وقعت و حرمت نہیں۔ رگ میں غیروں کی بولی کی محبت رچی ہوئی ہے صرف تشبہ کا داعیہ ہوتا ہے کہ بلا ضرورت اور بالکل بے موقع گفتگو انگریزی میں شروع ہو جاتی ہے۔ ہمارے جٹنکین سر تا پا شکل و صورت میں انگریز بن کر صرف رعب ڈالنے کیلئے انگریزی اخبارات کو خرید کر پڑھتے ہیں۔ تاکہ ارد گرد بیٹھنے والوں پر اس کی حیثیت کا اثر بیٹھ جائے اور ان کو معلوم ہو کہ یہ ”نقل“ بالکل مطابق ”اصل“ ہے۔

الغرض ہر ہر فعل اور ہر ہر جہتی میں غیروں کی پیروی اور ان کے راستوں پر گامزن ہونا ہمارا شیوہ ہے ان کے

کسی فعل کو دیکھ کر ہم یہ نہیں سوچتے کہ یہ کیا یہ فعل مناسب بھی ہے یا نہیں۔ اس کو اختیار کرنے میں ہمیں کوئی دینی یا دنی فائدہ بھی ملتے یا نہیں۔ بلکہ جیسا کہ ارشاد ہے حتی لو دخلوا حجر ضب لتبعتموہم (وہ گوہ کے بل میں گھس جائیں تو تم بھی ان کی پیروی کر کے گھس جاؤ گے) اگر وہ کوئی نامناسب اور قبیح کام بھی کرنے لگتے ہیں۔ تو ان کی شوکت و صولت اور غلبہ و اقتدار سے مرعوب ہو کر ہم اس کو کمال سمجھیں گے اسی کو ترقی و عروج کا سبب یقین کر نیگے اور دیوانہ وار اس پر لوٹ پڑیں گے۔ یعنی جس طرح ہمارے جسم غلامی کی زنجیروں میں جکڑے گئے اسی طرح ہماری ذہنیات کو بھی امسخ کیا گیا ہے۔ ہمارے دماغ مفلوج و بیکار ہو گئے غیروں کی چیزوں کو حسن و رعنائی کا مجموعہ سمجھتے ہیں۔ ان کی ہر چیز ہمارے دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے ہماری سہکول کو اپنے دیدار میں مصروف رکھتی ہے اور ہمارے کانوں کو متوجہ کر لیتی ہے۔ اور والہانہ شوق و محبت سے ہمارے پاؤں اس کی طرف حرکت کرنے لگتے ہیں۔ اور لارڈ میکالے کی وہ آرزو پوری ہو چکی کہ

ہم ایسی جماعت بنانا چاہتے ہیں۔ جو کہ خون، رنگ، جسم، کے لحاظ سے تو ہندوستانی ہو، لیکن عقل، دماغ، رائے اور خیالات کے لحاظ سے انگریز ہو۔

مفتوح اور مغلوب تو میں ہمیشہ اسی طرح فالتوح کی نقالی اور پیروی کرتی ہیں۔ اور غلامی کے تلخ ثمرات میں سے بھی ایک تلخ ترین میوہ ہے۔ جس کو مزہ دار اور خوشگوار سمجھ کر آج ہم بڑے ذوق و شوق سے کھا رہے ہیں اور یہی درحقیقت قوم کی حیات کے لئے سم قاتل ہے اور قوم کی اجتماعی زندگی اسی سے تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ فلسفہ و تاریخ کے ماہر علامہ ابن خلدون مغربی لکھتے ہیں :-

(کر کے لکھی گئی ہے)

غرض جب تک ہم میں یہ احساس پیدا نہ ہو کہ غیروں کی تابعداری اور ان کی پیروی ہمارے زوال و انحطاط کا موجب ہے اور اس وجہ سے ہم گرتے جا رہے ہیں۔ اس وقت تک ہماری قومی ترقی، مذہبی ترقی نہیں ہو سکتی۔ جب تک ہر شعبہ زندگی میں ہم خالص اسلامی طرز و طریقے کو اختیار نہ کریں۔ خالص مذہبی بنیادوں پر اپنی معاشرت کی عمارت استوار نہ کریں۔ اس وقت تک ہمارا ہر طریقہ کا اور ہمارا ہر عمل مذہبی لحاظ سے اور مسلمانوں کی حیثیت سے نتیجہ خیز نہیں ہو سکتا۔ جب تک ہم میں خود داری، خود اعتمادی دوسروں سے استغناء پیدا نہ ہو اس وقت تک ہماری ہر جدوجہد بے کار ہوگی۔ آپ ذرا دیدہ عبرت بین سے دیکھئے۔ آپ ہزار کوشش کر کے کسی معمولی گورے کے سر سے چند آنے کا ”ٹوکرا“ اترا کر قیمتی سے قیمتی کلاہ اور ریشمی لنگی تو سر پر بندھوا لیجئے۔ شلوار پہننے پر تو راضی کیجئے۔ میں جو کچھ عرض کر رہا ہوں۔ یہ تنگ نظری نہیں دقیقاً نوسیت نہیں۔ بلکہ آپ کو استقلاال مزاج اور خود اعتمادی کا سبق پڑھا رہا ہوں اور یورپ کی کورانہ تقلید سے روکنے اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی ہدایت کر رہا ہوں۔

خودی کے رہبر اعظم کا دامن تھام لے بڑھ کر جہاں آزا ہو کر تو غلام مصطفیٰ بن جا مرے پیغام احساس خودی کا مدعا یعنی خدا آگاہ۔ خود آگاہ اے مرد خدا بن جا تری رگ رگ میں دوڑے برق بن کر روح قرآنی

لے یہ باتیں کبھی تھیں مگر بیسویں صدی میں یہ بھی ہوا ہوگئیں اب تو یہ کہتا ہے ہاسٹر سے کہ بل پیش کیجئے، والا معاملہ ہے۔

والسبب في ذلك ان النفس ابدًا تعتقد الكمال فيمن غلبها و انتقادت اليه اما النظرة بالكمال بما وقرعندها من تعظيم اولها لتخالط به من ان انتقادها ليس لغلب طبيعى انما هو لكمال الغالب ولذلك ترى المغلوب يتشبه ابدًا بالغالب في ملبسه و مركبه و سلاحه في اتخاذهما و اشكالها بل و في سائر احواله۔ و تأمل في هذا اسروراً لهم العامة على دين الملك فانه من بابيه اذا الملك غالباً اقتده و الرعية مقتدون به لاعتقاد الكمال فيه اعتقاد الابناء لآبائهم و المتعلمين بمعلمهم۔ (انہی عبارتہ مختصراً) مقدمہ ابن خلدون ص ۱۲

اسی قسم میں ہے۔ اس لئے کہ بادشاہ اپنے ماتحتوں پر غالب ہوتا ہے۔ اور رعیت اس کی پیروی کرنے والی ہوتی ہے۔ کیونکہ لوگ اس میں کمال کے موجود ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ جس طرح اولاد اپنے باپ و اماں اور شاگرد اپنے اساتذہ کے متعلق عقیدہ رکھتے ہیں۔ (عبارت مختصر

خدا کا بندہ بن کر دہر کا فرمانروا بن جا

ہم مسلمان آج اپنی حقیقت بھول گئے ہیں امت مسلمہ کا دنیا میں اہم کر خاصہ ہی یہ تھا کہ وہ اوروں کو حق و صداقت کی تبلیغ کرتی رہے۔ دنیا کی دوسری قومیں کو اس راستہ پر چلنے کی دعوت دیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچنے والا ہے انبیاء کرام کی مقدس جماعت نے جن سے مسلمانوں کا تعلق ہے ہمیشہ اوروں کو اپنی اطاعت اور پیروی کا حکم دیا لوگوں کو اپنی راہ پر چلانا چاہا۔ فاتقوا اللہ واطیعوا کما اعلان فرماتے رہے۔ مگر آج ہم ان کے نام لیوا دوسروں کو ان کی اطاعت و پیروی کی تبلیغ کیا کریں نوواردوں کے پیچھے چل رہے ہیں یورپ کی ہر چیز میں ہمیں بے شمار حکمتیں نظر آ رہی ہیں۔ لیکن خود اپنے آقائے دو جہاں کی سنت پر تسخرو استہزاء ہم میں سے ان حضرات کا شب و روز کا مشغلہ ہے۔ جو غالباً وٹوں کی خاطر یا لیڈری کے شوق میں اپنے کو مسلمان کہتے پھرتے ہیں۔ یورپ سے آئی ہوئی ہر چیز تو بے سوچے سمجھے پسند خاطر اور محبوب، لیکن اپنے پرانے اسلام کی کوئی چیز ہماری تنقید کے تیروں سے بچی ہوئی نہیں۔

جو لوگ ہندوستان میں ”اسلامی حکومت“ یا پاکستان بنانے کا جذبہ صادق رکھتے ہیں۔ اسلامی تہذیب۔ اسلامی تمدن۔ اسلامی قانون کے حصول و بقا کے لئے وہ سچے دل سے کام کرنے کو تیار ہوں تو وہ پہلے خود میدانِ عمل میں نکل کر دنیا کو اور ہمسایہ اقوام کو ثابت کر دکھائیں کہ اسلامی تہذیب یہ ہے۔ اسلامی قوانین ایسے ہوتے ہیں اور ان کے احترام کا طریقہ یہ ہے اور ایک مسلمان کی زندگی ایسی ہوتی ہے۔ اور اس میں شک و شبہ، ریب و تردد کی گنجائش کچھ بھی نہیں۔ کہ اسلام کی سچی اور حقیقی تہذیب اب بھی وہی ہے۔ جو ساڑھے تیرہ سو سال پہلے قرن اول میں صحابہ کرام اور

آقائے مدنی کے مقدس دور میں تھی۔ وہی ہمارا قانون، وہی ہماری معاشرت، وہی ہمارا سب کچھ۔ اس لئے پھر آپ کو شکل و صورت، لباس، وضع قطع، آداب خورد و نوش، رفتار و گفتار، عبادات و معاملات اور زندگی کے دوسرے سب شعبوں میں آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ حنیفہ پر عمل پیرا ہونا پڑے گا۔ غیر مسلم اقوام کے ساتھ تشبہ کرنے سے بچنا ہوگا۔ نہ انگریز کی طرح رہنا ہوگا۔ اور نہ کسی ہندو اور سکھ کی طرح۔ غیروں سے جس طرح عقائد میں، اخلاق میں، اعمال میں، مومن بنکر آپ کو ممتاز رہنا ہے۔ اسی طرح آپ کا ہر ظاہری کردار، دست و پا کی ہر حرکت کا اس شان سے ممتاز ہونا ضروری ہے۔ کہ دیکھتے ہی آپ کے اس باطنی امتیاز کا پتہ معلوم ہو سکے۔ اور آپ کے باطنی ایمان و ایقان پر ظاہر میں بھی کوئی چیز دلالت کر سکے اگر آپ خود یہ کام کرنے لگیں گے تو پھر تو اسلامی تہذیب کی بقا کا سامان ہو سکتا ہے۔ دوسروں سے تحفظات منوانے کی بھی ضرورت نہیں جب آپ خود زندہ رہنا چاہتے ہوں تو کوئی بھی آپ کو اس زندگی کے حق سے محروم نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر زبانی دعویٰ کے باوجود آپ کو خود ہیٹ و تیلون پر اصرار ہے۔ اور جواب یہ ہے کہ اسلام کا لباس سے کیا تعلق؟ دائرہ بھی مویجہ کی روزانہ صفائی کے بغیر آپ کا گزارہ مشکل ہے اور یہ معقول و جہش فرما رہے ہیں کہ کیا اسلام دائرہ کے بالوں میں لٹکا ہوا نہیں دوسرے غیر اسلامی اطوار کو چھوڑنے کے لئے آپ تیار نہیں۔ کیونکہ اسلام آپ کے خیال میں ان معاملات میں دخل نہیں دیتا۔ اسلامی آداب معاشرت برتنا آپ کیلئے وبال جان ہے۔ کیونکہ یہ چیزیں صدیوں پہلے کے عرب بدوؤں اور شتر بانوں کے لئے تھیں۔ اب اس متمدن زمانے میں ان وحشیانہ طریقوں کا برتنا تہذیب دنیا کی نظروں میں اپنے آپ کو حقیر ثابت کرنا ہے۔ فریضہ نماز

کی ادائیگی کے لئے مسجد میں جانا اور صبح سے شام تک ماہ رمضان میں روزہ رکھنا آپ سے برداشت نہیں ہو سکتا تو پھر رب کعبہ کی قسم۔ آپ لاکھ چیخیں پکاریں کافر نہیں کریں، جلوس نکالیں، تقریریں کریں، مقالے لکھیں، کوئی چیز بھی اہلی ”پاکستان“ یعنی پاکوں کی دنیا بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ یہ سب خواب و خیال کی باتیں ہیں۔ اور اس سے یقیناً یہی ثابت ہوگا۔ کہ یہ سب شور وادوا ایللا اسلام کی بھلائی کی خاطر نہیں۔ ہاں ”اسلام خطرے میں ہے“ کی آواز صحیح ہے۔ لیکن دوسروں کے ہاتھوں سے نہیں خود ہمارے ہاتھ اس شجرہ طیبہ کے کاٹنے کے لئے کھڑا ہی چلا رہے ہیں۔ اور ہم نے خود ہی دین سے منہ موڑ لیا ہے۔

مسلمانو! خدا کے لئے اور رسول کی خاطر یہود و نصارا کی متابعت سے دستبردار ہو جاؤ۔ دوسرے غیر مسلم اقوام کی پیروی اور تشبہ سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اور صرف اپنے مدنی آقا کے غلام اور پیرو بنو۔ ہواؤ ہوس کی پرستش چھوڑ دو۔ ان چیزوں نے ہمیں تباہ کر دیا ہے۔ اور یہی ہمارے اس زوال وادبار کے اسباب و عوامل ہیں اندکے از غم دل گفتم و بس ترسیم کہ دل آزرده شوی ورنہ سخن بسیار

دوسری حدیث

(۲) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا أيها الناس زمان الصابر فيه علي دينه كالقالبض على الجمرة (رواه الترمذی) جلیسا کہ کوئی آگ کے سلگنے سے انکار کرے تو ہاتھ میں پکڑنے والا ہوگا۔

یہ ایک دوسری حدیث ہے جس میں حضور نے پیشین گوئی فرمائی ہے کہ میری امت پر ایسا زمانہ بھی آنے والا ہے کہ اس زمانہ میں اپنے سچے دین پر پوری طرح قائم رہنے والا بڑی تکلیفوں اور مشکلوں میں گرفتار ہوگا۔ دین کو مضبوطی سے تھام کر زندگی گزارنا ایسا مشکل ہوگا۔ جس طرح کوئی شخص آگ کا سلگتا ہوا انکار اپنے ہاتھ میں لیکر پکڑے اور یہ ظاہر ہے کہ انگارہ ہاتھ میں لے کر پکڑے رکھنا انتہائی مشکل اور سخت ترین کام ہے۔ اسی طرح اس زمانہ میں اہل حق، دیندار، متبع شریعت، اور با خدا لوگ سخت آزمائشوں میں ہوں گے۔ ان کو جسمانی اور روحانی تکلیفیں دی جائیں گی۔ ان کی آبروریزی بھی کی جائے گی۔ انہیں بدنام کرنے، ذلیل و رسوا کرنے کی کوششیں اور سازشیں کی جائیں گی۔ اور انہیں ہر طرح سے مجبور کیا جائیگا کہ وہ حق و صداقت کا ساتھ چھوڑ دیں۔ اپنے صحیح عقائد اور سچے خیالات کو اہل باطل کے اداام و ظنون اور خود تراشید مزعومات پر قربان کر دیں۔ زمانہ کی عام فضا اس کے لئے سازگار نہ ہوگی۔ عام طور سے ہر سچے سچے اس کا مخالف ہوگا جس طرف بھی جائے رفیق کار اس کو کوئی نہیں ملیگا۔ دشمن ہی دشمن نظر آئیں گے۔ ایسی مشکل گھڑی میں حق بات پر اڑنا۔ اسی کو حق سمجھنا، اور ہر مقابلہ کے لئے سینہ سپر ہونا، یقیناً دشوار کام ہے۔ بلکہ شاید ہاتھ میں انگارے کے پکڑنے سے بھی زیادہ کھٹن، اس لئے عام سہولت پسندانوں، اور بے خبروں کا فیصلہ تو یہ ہے

زمانہ باتون باز تو بازمانہ باز
لیکن باخبروں نے ہمیشہ یہی کہا اور یہی کیا اور حقیقت سچ بھی کہا اور کامیاب ہو بھی گئے کہ

زمانہ باتون باز تو بازمانہ ستیز
لیکن اسی ”ستیز و پیکار“ کی راہ میں سخت سخت مقام

پیش آتے ہیں۔ اور بہت سی پرچار وادیوں میں قدم رکھنا پڑتا ہے۔

رہبر و راہنما کا خیر حافظ ہو

اس میں دو چار بہت سخت مقام آتے ہیں

اب ہم دنیا کی موجودہ فضا پر ایک طائرانہ نظر ڈالکر دیکھنا چاہتے ہیں کہ حضورؐ نے جس زمانہ کے آنے کی پیشینگوئی فرمائی ہے کیا وہ زمانہ آئیے یا ابھی اس کے آنے میں کچھ دیر ہے جس میں حق کی آواز بلند نہیں کی جاسکتی "نازک مزاج" میں "تاب سخن" نہیں۔ سچی باتوں کو کوئی کان دھر کر سننے والا نہیں۔ ہر وقت یہی حکم ملتا ہے۔

اے عنذلیب ناداں! دم در گلو فرد بند

نازک مزاج شایاں تاب سخن نہ دارد

بلکہ کسی کو خود بھی حق پر قائم رہنے نہیں دیا جاتا۔ اگر واقعات کا سرسری مطالعہ بھی کریں تو ہمیں یہی فیصلہ کرنا پڑتا ہے۔ کہ وہی زمانہ آیا ہے۔ اور یہی وہ مخصوص دور ہے جس میں سے اب ہم گذر رہے ہیں۔ اور حضورؐ کی پیشین گوئی اس عصر حاضر پر یہی طرح سے صادق آ رہی ہے۔ خود "دینداروں" کے ہاتھوں روز بروز دین کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ خود "پیر حرم" کی "کم نگاہی" سے "حرم" رسوا ہو رہا ہے۔ دین کے سچے حاملین، اللہ کی رسی کو مضبوط تھامنے والے، دین کی حفاظت کے لئے سب کچھ قربان کرنے والے ان "دعویوں" کی نظروں میں ذلیل ہو رہے ہیں۔ ان کو دقتِ نو سیت، فرسودہ دماغی، تاریک خیالی، تنگ نظری، کے طعنے دیئے جا رہے ہیں بداء الاسلام غریبا و سيعود غریبا۔ اسلام غریب (اوپر) نظر آ رہا ہے۔

ڈاڑھی مونچھ مونڈھوانے والے فیشن ایبل سو نوجوانوں کے درمیان ایک متبعِ شریعت ڈاڑھی رکھنے والے مسلمان کا رہنا اور ان کی پھبتیاں، تمسخر،

مذاق، ہر وقت سنا۔ کیا ہاتھوں میں انگارا لینا نہیں اور کیا کسی کالج کے سوٹ بوٹ، ہیٹ پہننے والے دس پروفیسروں کے مجمع میں کسی پرانی وضع و قطع کے قمیص و شلوار پہننے اور پگڑی باندھنے والے مولوی صاحب کا رہنا ہاتھوں میں انگارا لینے سے کچھ کم ہے۔ آج اپنی پرانی اسلامی وضع و قطع پر رہنا اور اتباعِ سنت جہم سمجھا جا رہا ہے۔ جتہ و عمامہ، تسبیح و مسواک کے ساتھ استہزاء و تمسخر کیا جا رہا ہے۔ اپنی سادہ اسلامی تہذیب پر رہنے والوں کا مضحکہ اڑایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث، سیکھنے اور تفہیم فی الدین کیلئے طلبہ علم دین سفر کی تکلیفیں برداشت کرتے ہیں۔ بھوکے پیاسے رہتے ہیں۔ عمر عزیز کا بہترین حصہ اسی مبارک فحل میں صرف کرتے ہیں۔ قوم کی طرف سے ان کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی۔ ان کے شوق بڑھانے کے اسباب مہیا نہیں کئے جاتے۔ بلکہ ان پر پھبتیاں اڑائی جاتی ہیں۔ انکو تحقارت کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ ان کی "باسی روٹی" "سرے ہوئے سالن" اور "گندے کپڑوں" کا ذکر امانت آمیز لہجہ میں کر کے ان کی طرف سے عام قلوب میں نفرت پیدا کی جاتی ہے۔ ان کو ایسا جوں، مفت خوروں، اور بیکاروں کا گروہ کہا جا رہا ہے۔ ان کو بخش گالیاں دی جا رہی ہیں۔ "چوروں کی ٹولی" شیطان سیرت "بے ہنر ملا کی بد معاشری" "علم الملکوت کی مکاری" "دین فروش ملاؤں" "گوبر کے کیرے"، وغیرہ الفاظ سے ان کو یاد کیا جاتا ہے۔ (الاصلاح و ستمبر ۱۳۸۵ء) کہا جاتا ہے کہ "تمہاری داڑھیوں اور ڈھیلوں کی کیا قدر و قیمت ہے" تمہارے اس اسوۂ رسول کی تصویر دنیا کے کسی گوشے میں نہیں" (قول فیصل مشرقی) مگر اس کے برخلاف اللہ کے دشمنوں کے علوم حاصل کرنے والے طلبہ کی کس قدر قدر افزائی ہوتی ہے۔ ان کو کس

پیار و محبت کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ ان کو کیسی کسی سہولتیں بہیم پہنچائی جاتی ہیں۔ ان کے رہنے سہنے کے مکانات اور خورد و نوش کا کیسے اعلیٰ سے اعلیٰ انتظام کیا جاتا ہے ان کو اپنے کام میں شوق و ذوق سے مہلک ہونے کے لئے کس قدر گراں قدر تنخواہوں کی امیدیں ہوتی ہیں۔ قوم کی طرف سے کس قدر عزت افزائی کی توقعات ہوتی ہیں۔ اور ان کی یورپی تہذیب کو کس قدر سراہا جاتا ہے۔ یہیں تفاوت راہ از کجاست ثابہ کجا۔ پس بتلائے کہ ایسی حالت میں ایسے پرفتن دور میں طلباء علم دین کے لئے اپنے گھر کو چھوڑ کر سفر اختیار کرنا۔ در در پھر کر خاک چھانٹنا۔ غربت کی زندگی گزارنا خالص دینی جذبہ اور مذہبی محبت کے بغیر اور کچھ ہو سکتا ہے۔ اور ایسے زمانہ میں قرآن و حدیث کے سیکھنے کو اپنا مطمح نظر بنا کر ہدف مطاع بننا۔ اور لوگوں کے مستحق و استہزاء کو برداشت کرنا قبض علی الجمر نہیں تو کیا ہے۔

طلبہ علم کی ان ساری جانکاہیوں اور مصیبتوں کے بعد جب وہ قرآن و حدیث کو سمجھ کر قوم کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ سچے دین کی تبلیغ کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی سنت کی پیروی پر لوگوں کو آمادہ کرتے ہیں۔ نئے نئے بدعات و محدثات سن گھڑت مذاہب اور غیر اسلامی تحریکوں، اور بے دینیوں کی انجمنوں کی تردید کرتے ہیں۔ قوم کو ہلاکت و بربادی سے، ڈاکوؤں اور رنڈوں سے بچانا چاہتے ہیں تو ان علماء حق اور اسلام کے سچے پیروؤں اور اسلام کی سنت پر قائم رہنے والوں اور اسی کی طرف بلانے والوں کے مقابلہ کے لئے مدعیان باطل اور ائمہ دحل و تلبیس حشرات الارض کی طرح نکل آتے ہیں۔ اور دین حنیف کے ان چوکیداروں کے برخلاف ایک پیہم سلسلہ ”جہاد“ شروع ہو جاتا ہے۔ کوئی ان کی داڑھی سے مذاق کرنے

لگتا ہے۔ مسواک کے جراثیم کو ذکر کرتا ہے۔ معمم و مشعل کی پھبتی اڑاتا ہے۔ اور مولوی کا غلط مذہب نمبر ۷ و ۸ الی آخر شائع کرنے لگتا ہے۔ کوئی ان بچاروں کو بازاری گالیاں دینے پر اتر آتا ہے اور تہذیب و شرف کو بالائے طاق رکھ کر ان کو ”ذریعۃ البغایا“ اور ”اولاد الکلاب“ کہنے لگتا ہے۔ کوئی ان کے ملیا میٹ کرنے اور نیت و نابود ہونے کو ترقی کا راز سمجھتا ہے۔ کوئی ان کے وقار کو ختم کرنے کے درپے ہوتا ہے۔ جھوٹے نبی اور جھوٹوں کے جھوٹے امتی ان کے پیچھے بچے جھاڑ کر لگ جاتے ہیں۔ ”مطاع مطلق“ اور ”لائشرک فی حکمہ احد اشان رکھنے والے امیر“ اور اس کی ذریت ان کی بیخ کنی اور تذلیل و تحقیر میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ بے لگام اور خوف خدا اور رسول سے بے نیاز، ادیب ان کو تضحہ مشق بنانے لگتے ہیں۔ آزاد منش اور رند مشرب فی کل واد پھیپھوں شعرا اپنی زہر آلود نظموں کے تیروں سے ان کو چھلکائی شروع کر دیتے ہیں۔ مغربیت سے متاثر اور ماؤف دماغ رکھنے والے اخبارات و رسائل کے ایڈیٹر نامناسب الفاظ میں ان پر تنقیدیں کرتے ہیں۔ سیٹیوں پر تقریر کرنے والے حضرات ان کی قبح و ہجو سے اپنی تقریروں میں نمکینی پیدا کرتے ہیں۔ غرض وہی نقشہ ہوتا ہے کہ

دلم بہ پاک دامن غنچہ می لرزد

کہ بلبلاں ہمہ مستند و باغبان تنہا

ولو کان سر محاد احد الا تقبیتہ

و لکنہ ریح و ثانی و ثالثہ

اس بیویں صدی میں کسی شخص کا عظیم ترین جرم یہ ہوتا ہے کہ اس نے داڑھی کیوں رکھی ہے۔ ہر معاملہ میں حلال و حرام، جائز و ناجائز کی تفتیش کیوں کرتا ہے

قادیانی، مشرقی، شیعوں، چکڑالویوں کو مذہبی لحاظ سے بُرا کیوں سمجھتا ہے۔ ”وسیع المشرب“ کیوں نہیں۔ گفتگو کرتے وقت قرآن وحدیث کا نام بار بار کیوں لیتا ہے اس کی نظر ہر وقت عرب کی طرف کیوں اٹھتی ہے اور بوڑھے اسلام کو کیوں نوجوانوں کے لئے پیش کر رہا ہے ہر وقت مسجد ومنبر کا تذکرہ کیوں ہے۔ اور ہمارے ابواء وآراء کو عین اسلام کیوں قرار نہیں دیتا۔

حضرات آپ خود سوچئے۔ ایسی مسموم فضا میں کلمہ حق بلند کرنا۔ صحیح اسلام پر قائم رہنا۔ اسلاف کرام کے طور و طریقے کو ان کی وضع و قطع پر مضبوطی سے پابند رہنا۔ ہر تجدد پسند، مبتدع و لمحد کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر اسلام کی حفاظت کو سرانجام دینا۔ مسجدیں آباد رکھنا۔ پنجوقتہ اذانیں دینا۔ اور قوم کو حضور کے لائے ہوئے سچے اور اصلی دین سے روشناس کرانا جہاں اکبر ہے یا نہیں۔ اور ہاتھوں میں آگ کا سلگتا ہوا انگارہ لینا ہے یا نہیں۔

علم اور اہل علم کی کس قدر تحقیق و تدلیل ہو رہی ہے وہ آنکھوں سامنے کی بات ہے۔ تو کیا ہم نے کبھی اس پر بھی غور کیا ہے۔ کہ ہمارے موجودہ ادب و روز وال کے دوسرے مختلف اسباب کی طرح یہ بھی سبب ہو سکتا ہے یا نہیں۔ یقیناً ہم نے اس طرف کبھی توجہ نہیں کی حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے زوال کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ کیونکہ جس چیز کی وجہ سے ہم باعزت تھے جس علم و فن کے حامل ہونے کی وجہ سے ساری دنیا ہمارے زیر نگین تھی۔ ہم نے خود اس کو آج کل حقیر سمجھا۔ ہم نے دین کی دینداری کی، اسلام کی، اور اسلامی طرز کی بے قدری کی، اسی کا نتیجہ ہے اور اس کی دنیوی سزا ہے کہ ہم اور دین کی نظر میں حقیر ہوئے۔ غلام ہوئے۔ بے دست و پا ہوئے۔ اور دنیا ہماری بے قدری کر رہی ہے۔ اس موجودہ ادب و

محکومیت کو اپنی اس بے توجہی اور تذلیل علم و علماء کا نتیجہ قرار دینا صرف ایک فرضی نظریہ نہیں۔ بلکہ یہ فلسفہ تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ جس قوم نے دوسری خوش اخلاقیتوں کی طرح اس کی طرف بھی توجہ کی ہے۔ وہ ترقی کے زینوں پر چڑھتی رہی ہے۔ اور دنیا نے بھی اس کی طرف توجہ مبذول رکھی ہے یعنی جہاں نگیری و جہاں بینی کی دولت سے نوازے گئے ہیں۔ اور جس قوم نے اور اخلاق حمیدہ کی طرح اس سے بھی بے اعتنائی برتی۔ وہ بام ترقی سے تنزل کے گڑھوں میں گری اور ملک کی سیاست ان کے ہاتھوں سے نکلتی رہی ہے۔ حتیٰ کہ حاکم ہونے کے بعد انہیں محکوم ہونا پڑا۔ اور آقاؐ و تاجدارؐ کے بعد دوسروں کی غلامی اور کفش برداری کرنے لگے۔ اور اسی چیز کو فلسفہ تاریخ کے مشہور امام امام ابن خلدون مغربیؒ اس طور سے فرماتے ہیں:-

فقد تبین ان خلال الخیر شاهدة بوجود الملك لمن وحدت له العصبية فاذا انظرنا في اهل العصبية ومن حصل لهم الغلب على كثير من النواحي والامم فوجدناهم يتنافسون في الخير وخلا له من الكرم (الی ان قال) وتغظیم الشرعیت واجلال العلماء المحملین لها والوقوف عند ما یجد دونہ لهم من فعل او ترك وحسن الظن اسی سے صاف ظاہر ہوا کہ نیک خصلتیں کسی قوم کی حکومت کے وجود کی گواہی دیتی ہیں۔ جب ہم ان قوموں کو دیکھتے ہیں جن کو دنیا کے اکثر اطراف میں دوسری قوموں پر غلبہ حاصل ہے تو ہم یہی پاتے ہیں کہ وہ بہتر اخلاق سے کام لیتے ہیں اور خصائل حمیدہ میں رغبت رکھتے ہیں (علامہ ان نیک اخلاق کی تفصیل کرتے کرتے لکھتا ہے) شریعت کی تعظیم۔ اور جو علماء کرام شریعت

وسلنت سے نوازاجائے گا۔ لیکن اگر ان کو وہ چھوڑ دے اور وائل پرکار بند ہو تو پھر :-

وبالعکس من ذلک اذا تأذن الله بانقراض الملك من امة حملهم على ارتكاب المذمومات و انتحال الرذائل و سلوك طرقها فتفقد الفضائل السياسية منهم جملة ولا تزال في نقص الى ان يخرج الملك من ايدى يمين و يتبدل به سواهم الخ

مقدمہ ۱۱

نکل جاتے ہیں۔ اور ان کی جگہ دوسرے لوگ دہاں پر آکر حاکم ہوتے ہیں الخ

علامہ ابن خلدون اسی چیز کو ذکر فرمانے کے بعد ایک قاعدہ کلیہ کے طور پر لکھتے ہیں :-

واعلم ان من خلال الكمال التي يتنافس فيها القبائل اولوا العصبية وتكون شاهدة لهم بالملك الكرام العلماء والصالحين والاشراف واهل الاحساب الخ

ہیں۔ کہ علماء، صلحاء، شرفاء اور صاحب حسب و نسب لوگوں کی عزت و توقیر کی جائے۔

بہم واعتقاد اهل الدين والتبرك بهم و سماعية الدعاء منهم والحياء من الاكابر والمشايخ و توقيرهم واجلالهم والانقياد الى الحق مع الداعي اليه (الى ان قال) علمنا ان هذا خلق السياسة قد حصلت لديهم واتحقوا بها ان يكونوا سياسة لمن تحت ايدى يمين او على العموم وانه خير ساقه الله تعالى اليهم مناسب بعصيتهم وعلبهم والملك انسب المراتب والخيرات لعصبتهم فعلمنا بذلك ان الله تاذن لهم بالملك واستانده اليهم۔

مقدمہ ابن خلدون ص ۱۲

وغالب قوم کو حاصل ہیں۔ اور اسی کی وجہ سے اپنے ماتحتوں بلکہ عام لوگوں پر وہ حاکم بننے کے حقدار ہو گئے ہیں۔ اور یہ ایک بھلائی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دی ہے۔ اور ان کی قومیت اور غلبہ کے مناسب ہے۔ اور اس قوم کے لئے سارے مراتب کمال اور بھلائی ہیں یہ حکومت زیادہ مناسب ہے۔ اور اسی سے ہم نے معلوم کیا کہ ایسے لوگوں کے لئے حکومت و سلطنت ملنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور خدا تعالیٰ ہی نے انہیں ملک حوالہ کیا ہے۔

یہ تو وہ صورت ہوئی۔ جبکہ کوئی قوم یہ اخلاق حمیدہ اور برگزیدہ خصائل رکھتی والی ہو۔ تو انکو حکومت

اللہ تعالیٰ کسی قوم کا تنزل ہی چاہے تو کوئی اس کا روکنے والا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ان تصریحات کے بعد شاید کسی مزید تفصیل و تشریح کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اہل نظر خود سوچ کر فیصلہ کریں۔ زوالِ مملکت کی نوہ خوانی سے کچھ نہیں بن سکتا۔ ماتم گسٹری کچھ مفید نہیں۔ حکومت کی اگر

خواہش ہے۔ جہاں بنانی کا اگر سر میں سودا ہے۔ تو ان اسباب کے ہٹا کر نے کی جان توڑ کوشش کرنی چاہئے خضائل حمیدہ اور اخلاق فاضلہ پیدا کرنے اور دنیار ہو کر رہنے کا عزم بالجزم کیجئے۔ پھر بیڑا پار ہے۔ علماء حق، فضلاء دین اور سچے مشائخ کرام کی توقیر و اکرام میں کچھ کوتاہی نہیں چاہئے۔ اور دین کے مراسم و احکام کی اقامت اور سر بلند رہی کے لئے ان سے رجوع کرنا چاہئے۔ ان کے وقار کو ختم کرنے اور ان پر عرصہ حیات تنگ کرنے کی ہلک اور تباہ کن روش کو چھوڑنے کا قصد کرنا چاہئے۔ پھر آپ یقیناً دیکھیں گے کہ عروسِ مملکت آپ کے ہلکار ہوگی۔ اور فتح و ظفر آپ کے استقبال کے لئے موجود ہوگا۔

نہ از ساقی نہ از پیما نہ گفتم
حدیث عشق بے باکانہ گفتم
شنیدم آنچه از باکان امت
ترا باشوخی رندانہ گفتم

ماہ شعبان میں

زکوٰۃ و صدقات ادا کرتے وقت دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ اور تربت کے دیگر دینی اداروں کو فراموش نہ فرمائیں دارالعلوم میں مفلس اور یتیم بچوں کی مکمل تربیت کا انتظام کیا جاتا ہے زکوٰۃ کا بہترین مصرف موجودہ دور میں طالبانِ علوم و دینیہ ہی ہو سکتے ہیں۔
ناظم حزب الانصار و مہتمم دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ (پنجاب)

الفصائل والخصوصیات
کمال فی السياسة العا
فالصالحون للدين والعلم
للجاء اليهم في اقامة
مراسم الشريعة الخ
ملا

مراسم و احکام کی اقامت کے لئے ان سے رجوع کرنا ضروری ہے۔ الخ

فیعلم بوجود ذلك من
اهل عصبية انتماءهم
للمیاسة العامة وهي
المالك وان الله قد تأذن
بوجودها فيهم لوجود علمائها
ولهذا كان اول ما يذهب
من القليل اهل الملك
اذا تأذن الله تعالى
بسلط ملكهم وسلطانهم
اکرام هذا الصنف من
الخلق فاذا امر آيته قد
ذهب من امته من الامم
فاعلم ان الفضائل قد
اخذت في الذهاب
عنهم وارتقب زوال
المالك منهم واذا اراد
الله بقوم سوء فلا مرد
له والله تعالى اعلم انتهى
مقدم ابن خلدون ط
یقینی سمجھو کہ فضائل ان سے رخصت ہونے شروع ہو گئے
اور ان کی حکومت کے زوال کا انتظار کرو۔ اور جب

مسائل حاضرہ پر ایک نظر

(۳)

(از مولانا سید یحیٰ الدین صاحب کاغذیں کن دارالتالیف مفتی دارالعلوم تحفہ)

آلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ - دے ذلت قبول کر کے یا
(غل)

سننا ہے برا فیصلہ کرتے ہیں - اور جب بیٹی جیتی گاڑی
سُئِلْتُ - یا حَتِّ ذَنْبُ ہوئی کو پوچھیں کہ کس گناہ
قَتَلْتُ (نکور) پر وہ ماری گئی -

اسلام کی روشنی - اسلام کی پاکیزہ تعلیمات

خرابیوں کی اصلاح کی - باطل عقائد اور اخلاق سیئہ
کا استیصال کیا - اسی طرح عورتوں کی حق تلفیوں ان
پر مظالم کے بارے میں یہی مقدس مذہب ان کا دستگیر
ہوا اور ان کے حقوق کی حفاظت کی - اور مردوں کو بتایا
کہ عورتیں بھی مردوں کی طرح حضرت آدم علیہ السلام
کی اولاد میں سے ہیں - ان کے حقوق کی ادائیگی کے
بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنا ضروری ہے -
يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ
وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا
وَنِسَاءً -

عورت ذات اس دنیا میں یا کسی کی ماں ہوگی یا بیٹی
ہوگی یا بیوی ہوگی یا ان میں سے دو طرح یا تینوں طرح
ہوگی اور اسلام نے ان کی ہر حیثیت میں حقوق متعین
فرما کر اس کی حفاظت کی تاکید کی ہے - ماں ہونے کی

دنیا میں اسلام کی روشنی سے پہلے تمام دنیا
میں تمام اقوام عالم کے ہاں عورت کی کچھ وقعت و حیثیت
نہ تھی - اور ہر قوم اس کو حقیر و ذلیل سمجھتی - اور پھر خاص
کر عرب اس بارے میں سب سے بڑھے ہوئے تھے زمانہ
جاہلیت میں لڑکی کا پیدا ہونا ایک مصیبت خیال کیا
جاتا تھا - لڑکی کا باپ بننا تنگ و عار اور ذلت و رسولی
کا سبب سمجھتے تھے - بیٹی کی پیدائش کی خبر سن کر شرم
و خجالت اور رنج و غم کی وجہ سے ان کے چہرے سیاہ
ہو جاتے تھے - اور ان کی تفاوت و سنگدلی اس قدر
حد تک پہنچ گئی تھی کہ اپنی اولاد کو صرف اس مجرم پر
کہ وہ طبقہ اناث میں سے ہے زندہ منوں مٹی کے نیچے
گاڑ دیتے تھے اور وہ معصوم بچیاں خود اپنے والدین
کے ہاتھوں بے قصور و بے گناہ قتل ہو جاتی تھیں -
چنانچہ قرآن پاک میں ان کی اس جاہلانہ حالت کا ذکر
ان الفاظ میں فرمایا گیا ہے -

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ
بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ
مَسْوُودًا ۚ وَهُوَ كَظِيمٌ
يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ
مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَبِهِ
أَيُّسِبْكَ عَلَىٰ هَؤُلَاءِ
أَمْرٌ يُدْرَسُهُ فِي الثَّوَابِ

اور جب خوشخبری ملے ان
میں کسی کو بیٹی کی - سارے
دن رہے اس کا منہ کالا
اور جی میں گھٹا رہے -
چھپتا پھرے لوگوں سے
مارے بُرائی اس خوشخبری
کے جو سُنی - اس کو رہنے

خدا کا بندہ بن کر دھر کا فرمانروا بن جا

ہم مسلمان آج اپنی حقیقت بھول گئے ہیں امت مسلمہ کا دنیا میں ہر خاصہ ہی یہ تھا کہ وہ اوروں کو حق و صدا کی تبلیغ کرتی رہے۔ دنیا کی دوسری قوموں کو اس راستہ پر چلنے کی دعوت دیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچنے والا ہے انبیاء کرام کی مقدس جماعت نے جن سے مسلمانوں کا تعلق ہے ہمیشہ اوروں کو اپنی اطاعت اور پیروی کا حکم دیا لوگوں کو اپنی راہ پر چلانا چاہا۔ فاتقوا اللہ واطیعوا کا اعلان فرماتے رہے۔ مگر آج ہم ان کے نام لیوا دوسروں کو ان کی اطاعت و پیروی کی تبلیغ کیا کریں نوواردوں کے پیچھے چل رہے ہیں یورپ کی ہر چیز میں ہمیں بے شمار حکمتیں نظر آ رہی ہیں۔ لیکن خود اپنے آقائے دو جہاں کی سنت پر تسخرو استعزاء ہم میں سے ان حضرات کا شب و روز کا مشغلہ ہے۔ جو غالباً دوٹوں کی خاطر یا لیڈری کے شوق میں اپنے کو مسلمان کہتے پھرتے ہیں۔ یورپ سے آئی ہوئی ہر چیز تو بے سوچے سمجھے پسند خاطر اور محبوب ہے لیکن اپنے پرانے اسلام کی کوئی چیز ہماری تنقید کے تیروں سے بچی ہوئی نہیں۔

جو لوگ ہندوستان میں ”اسلامی حکومت“ یا پاکستان بنانے کا جذبہ صادق رکھتے ہیں۔ اسلامی تہذیب۔ اسلامی تمدن۔ اسلامی قانون کے حصول و بقا کے لئے وہ سچے دل سے کام کرنے کو تیار ہوں تو وہ پہلے خود میدانِ عمل میں نکل کر دنیا کو اور ہمسایہ اقوام کو ثابت کر دکھائیں کہ اسلامی تہذیب یہ ہے۔ اسلامی قوانین ایسے ہوتے ہیں اور ان کے احترام کا طریقہ یہ ہے اور ایک مسلمان کی زندگی ایسی ہوتی ہے۔ اور اس میں شک و شبہ، ریب و تردد کی گنجائش کچھ بھی نہیں۔ کہ اسلام کی سچی اور حقیقی تہذیب اب بھی وہی ہے۔ جو ساڑھے تیرہ سو سال پہلے قرن اول میں صحابہ کرام اور

آقائے مدنی کے مقدس دور میں تھی۔ وہی ہمارا قانون، وہی ہماری معاشرت، وہی ہمارا سب کچھ۔ اس لئے پھر آپ کو شکل و صورت، لباس، وضع قطع، آداب خورد و نوش، رفتار و گفتار، عبادات و معاملات اور زندگی کے دوسرے سب شعبوں میں آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سنیہ پر عمل پیرا ہونا پڑے گا۔ غیر مسلم اقوام کے ساتھ تشبہ کرنے سے بچنا ہوگا۔ نہ انگریز کی طرح رہنا ہوگا۔ اور نہ کسی ہندو اور سکھ کی طرح۔ غیروں سے جس طرح عقلمندی، اخلاق میں، اعمال میں، مومن بنکر اپکو ممتاز رہنا ہے۔ اسی طرح آپ کا ہر ظاہری کردار، دست و پا کی ہر حرکت کا اس شان سے ممتاز ہونا ضروری ہے۔ کہ دیکھتے ہی آپ کے اس باطنی امتیاز کا پتہ معلوم ہو سکے۔ اور آپ کے باطنی ایمان و یقان پر ظاہر میں بھی کوئی چیز دلالت کرے اگر آپ خود یہ کام کرنے لگیں گے تو پھر تو اسلامی تہذیب کی بقا کا سامان ہو سکتا ہے۔ دوسروں سے تحفظات منوانے کی بھی ضرورت نہیں جب آپ خود زندہ رہنا چاہتے ہوں تو کوئی بھی آپ کو اس زندگی کے حق سے محروم نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر زبانی دعویٰ کے باوجود آپ کو خود ہٹ دھرمی و بتلون پر اصرار ہے۔ اور جواب یہ ہے کہ اسلام کا لباس سے کیا تعلق؟ دار بھی مونچھ کی روزانہ صفائی کے بغیر آپ کا گزارہ مشکل ہے اور بے معقول وجہ پیش فرما رہے ہیں کہ کیا اسلام دار بھی کے بالوں میں لٹکا ہوا نہیں دوسرے غیر اسلامی اطوار کو چھوڑنے کے لئے آپ تیار نہیں۔ کیونکہ اسلام آپ کے خیال میں ان معاملات میں دخل نہیں دیتا۔ اسلامی آداب معاشرت برتنا آپ کیلئے وبال جان ہے۔ کیونکہ یہ چیزیں صدیوں پہلے کے عرب بدوؤں اور شتر بانوں کے لئے تھیں۔ اب اس متمدن زمانے میں ان وحشیانہ طریقوں کا برتنا تہذیب و دنیا کی نظروں میں اپنے آپ کو حقیر ثابت کرنا ہے۔ فریضہ نماز

یہ ایک دوسری حدیث ہے جس میں حضور نے پیشین گوئی فرمائی ہے کہ میری امت پر ایسا زمانہ بھی آنے والا ہے کہ اس زمانہ میں اپنے سچے دین پر پوری طرح قائم رہنے والا بڑی تکلیفوں اور مشکلوں میں گرفتار ہوگا۔ دین کو مضبوطی و قدامت کی گوارا ایسا مشکل ہوگا۔ جس طرح کوئی شخص آگ کا سلکتا ہوا انگار اپنے ہاتھ میں لیکر کھڑے اور بیٹھا رہے۔ کہ انگارہ ہاتھ میں لے کر کپڑے رکھنا انتہائی مشکل اور سخت ترین کام ہے۔ اسی طرح اس زمانہ میں اہل حق، دیندار، متبع شریعت، اور با خدا لوگ سخت آزمائشوں میں ہوں گے۔ ان کو جسمانی اور روحانی تکلیفیں دی جائیں گی۔ ان کی آبروریزی بھی کی جائے گی۔ انہیں بدنام کرنے، ذلیل و رسوا کرنے کی کوششیں اور سازشیں کی جائیں گی۔ اور انہیں ہر طرح سے مجبور کیا جائیگا کہ وہ حق و صداقت کا ساتھ چھوڑ دیں۔ اپنے صحیح عقائد اور سچے خیالات کو اہل باطل کے اولام و فتنوں اور خود تراشید مزعومات پر قربان کر دیں۔ زمانہ کی عام فضا اس کے لئے سازگار نہ ہوگی۔ عام طور سے ہر سچے بچہ اس کا مخالف ہوگا جس طرف بھی جائے رفیق کار اس کو کوئی نہیں ملیگا۔ دشمن ہی دشمن نظر آئیں گے۔ ایسی مشکل گھڑی میں حق بات پر اڑنا۔ اسی کو حق سمجھنا، اور ہر مقابلہ کے لئے سینہ سپر ہونا، یقیناً دشوار کام ہے۔ بلکہ شاید ہاتھ میں انگارے کے پکڑنے سے بھی زیادہ کٹھن، اس لئے عام سہولت پسند انسانوں، اور بے خبروں کا فیصلہ تو یہ ہے

زمانہ باتوں باز تو بازمانہ باز
لیکن باخبروں نے ہمیشہ یہی کہا اور یہی کیا اور حقیقت
سچ بھی کہا اور کامیاب ہو بھی گئے کہ
زمانہ باتوں باز تو بازمانہ ستیز
لیکن اسی ستیز و پیکار کی راہ میں سخت سخت مقام

کی ادائیگی کے لئے مسجد میں جانا اور صبح سے شام تک ماہ رمضان میں روزہ رکھنا آپ سے برداشت نہیں ہو سکتا تو پھر رب کعبہ کی قسم۔ آپ لاکھ چیخیں پکاریں کانفرنس کریں، جلوس نکالیں، تقریریں کریں، مقالے لکھیں، کوئی چیز بھی اہلی ”پاکستان“ یعنی پاکوں کی دنیا بسانے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ یہ سب خواب و خیال کی باتیں ہیں۔ اور اس سے یقیناً یہی ثابت ہوگا۔ کہ یہ سب شور و ادویلا اسلام کی بھلائی کی خاطر نہیں۔ بلکہ ”اسلام خطرے میں ہے“ کی آواز صحیح ہے۔ لیکن دوسروں کے ہاتھوں سے نہیں خود ہمارے ہاتھ اس شجرہ طیبہ کے کاٹنے کے لئے کھڑی چلا رہے ہیں۔ اور ہم نے خود ہی دین سے منہ موڑ لیا ہے۔

مسلمانو! خدا کے لئے اور رسول کی خاطر یہود و نصاریٰ کی متابعت سے دستبردار ہو جاؤ۔ دوسرے غیر مسلم اقوام کی پیروی اور تشبہ سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اور صرف اپنے مدنی آقا کے غلام اور پیرو بنو۔ ہواؤ ہوس کی پرستش چھوڑ دو۔ ان چیزوں نے ہمیں تباہ کر دیا ہے۔ اور یہی ہمارے اس زوال و ادبار کے اسباب و عوامل ہیں اندکے از غم دل گفتم و بس ترسیم
کہ دل آرزو نہ شوی ورنہ سخن بس تیرا

دوسری حدیث

(۲) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا أيها الناس زمان الصابر فيه علمي دينه كالقالبض علمي الجمر (رواه الترمذی)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ان میں سے دین پر مضبوط قائم رہنے والا ایسا ہوگا جیسا کہ کوئی آگ کے سلگنے ہوئے انگارے کو ہاتھ میں پکڑنے والا ہوگا۔

پیش آتے ہیں۔ اور بہت سی پرچار وادیوں میں قدم رکھنا پڑتا ہے۔

رہرو را و محبت کا خدا حافظ ہو

اس میں دو چار بہت سخت مقام آتے ہیں

اب ہم دنیا کی موجودہ فضا پر ایک طائرانہ نظر ڈالکر دیکھنا چاہتے ہیں کہ حضورؐ نے جس زمانہ کے آنے کی پیشینگوئی فرمائی ہے کیا وہ زمانہ آیا ہے یا ابھی اس کے آنے میں کچھ دیر ہے جس میں حق کی آواز بلند نہیں کی جاسکتی "نازک مزاجوں" میں "تابِ سخن" نہیں۔ سچی باتوں کو کوئی کان دھر کر سننے والا نہیں۔ ہر وقت یہی حکم ملتا ہے۔

اے عندلیبِ ناداں! دم در گلو فرو بند

نازک مزاج شاہاں تابِ سخن نہ دارد

بلکہ کسی کو خود بھی حق پر قائم رہنے نہیں دیا جاتا۔ اگر واقعات کا سرسری مطالعہ بھی کریں تو ہمیں یہی فیصلہ کرنا پڑتا ہے۔ کہ وہی زمانہ آیا ہے۔ اور یہی وہ مخوس دور ہے جس میں سے اب ہم گذر رہے ہیں۔ اور حضورؐ کی پیشین گوئی اس عصر حاضر پر پوری طرح سے صادق آ رہی ہے۔ خود "دینداروں" کے ہاتھوں روز بروز دین کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ خود "پیر حرم" کی "کم نگاہی" سے "حرم" رسوا ہو رہا ہے۔ دین کے سچے حاملین، اللہ کی رسی کو مضبوط تھامنے والے، دین کی حفاظت کے لئے سب کچھ قربان کرنے والے ان "مذبیوں" کی نظروں میں ذلیل ہو رہے ہیں۔ ان کو دقیا نو سیت، فرسودہ دماغی، تاریک خیالی، تنگ نظری، کے طعنے دیئے جا رہے ہیں بداء الاسلام غریبا و سيعود غریبا۔ اسلام غریب (اوپر) نظر آ رہا ہے۔

ڈاڑھی مونچھ مونڈھوانے والے فیشن ایبل سو نوجوانوں کے درمیان ایک متبع شریعت داڑھی رکھنے والے مسلمان کا رہنا اور ان کی پھبتیاں، تمسخر،

مناق، ہر وقت سننا۔ کیا ہاتھوں میں انگارا لینا نہیں اور کیا کسی کالج کے سوٹ بوٹ، ہیٹ پہننے والے دس پروفیسروں کے مجمع میں کسی پرانی وضع و قطع کے قمیص و شلوار پہننے اور پگڑی باندھنے والے مولوی صاحب کا رہنا ہاتھوں میں انگارا لینے سے کچھ کم ہے۔ آج اپنی پرانی اسلامی وضع و قطع پر رہنا اور اتباع سنت جرم سمجھا جا رہا ہے۔ جبتہ و عمامہ، تسبیح و مسواک کے ساتھ استہزاء و تمسخر کیا جا رہا ہے۔ اپنی سادہ اسلامی تہذیب پر رہنے والوں کا مضحکہ اڑایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سیکھنے اور تفقہ فی الدین کیلئے طلبہ علم دین سفر کی تکلیفیں برداشت کرتے ہیں۔ بھوکے پیاسے رہتے ہیں۔ عمر عزیز کا بہترین حصہ اسی مبارک شغل میں صرف کرتے ہیں۔ قوم کی طرف سے ان کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی۔ ان کے شوق بڑھانے کے اسباب مہیا نہیں کئے جاتے۔ بلکہ ان پر پھبتیاں اڑائی جاتی ہیں۔ انکو حقارت کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ ان کی "باسی روٹی" "سرے ہوئے سالن" اور "گندے کپڑوں" کا ذکر امانت آمیز لہجہ میں کر کے ان کی طرف سے عام قلوب میں نفرت پیدا کی جاتی ہے۔ ان کو اپاہجوں، مفت خوروں، اور بیکاروں کا گروہ کہا جا رہا ہے۔ ان کو فحش گالیاں دی جا رہی ہیں۔ "چوروں کی ٹوٹی" شیطان سیرت "بے ہنرملا کی بد معاشی" محکم المملکت کی مکاری "دین فروش ملاؤں" گوبر کے کھڑے، وغیرہ الفاظ ان کو یاد کیا جاتا ہے۔ (الاصلاح ۹ ستمبر ۱۳۸۷ء) کہا جاتا ہے کہ "تمہاری داڑھیوں اور ڈھیلوں کی کیا قدر و قیمت ہے" تمہارے اس اسودہ رسول کی تصویر دنیا کے کسی گوشے میں نہیں" (قول فیصل مشرقی) مگر اس کے برخلاف اللہ کے دشمنوں کے علوم حاصل کرنے والے طلبہ کی کس قدر قدر افزائی ہوتی ہے۔ ان کو کس

لگتا ہے۔ مسواک کے جراثیم کو ذکر کرتا ہے۔ ہمیشہ مشکل کی پھبتی اڑاتا ہے۔ اور مولوی کا غلط مذہب نمبر ۱ و ۲ الی آخر شائع کرنے لگتا ہے۔ کوئی ان بچاروں کو بازاری گالیاں دینے پر اتر آتا ہے اور تہذیب و شرف کو بالائے طاق رکھ کر ان کو "ذریۃ البغایا" اور "اولاد الکلاب" کہنے لگتا ہے۔ کوئی ان کے ملیا میٹ کرنے اور نیت و ناپود ہونے کو ترقی کا راز سمجھتا ہے۔ کوئی ان کے وقار کو ختم کرنے کے درپے ہوتا ہے۔ جھوٹے نبی اور جھوٹوں کے جھوٹے امتی ان کے پیچھے بچے جھاڑ کر لگ جاتے ہیں۔ "مطاع مطلق" اور "لایشرک فی حکمہ احد اشان رکھنے والے امیر" اور اس کی ذریت ان کی بیج کنی اور تذلیل و تحقیر میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ بے لگام اور خوف خدا اور رسول سے بے نیاز، ادیب ان کو تحقیر مشق بنانے لگتے ہیں۔ آزاد نش اور رند مشرب فی کل واد یہیون شعرا اپنی زہرا لود نظموں کے تیروں سے ان کو چھلنی شروع کر دیتے ہیں۔ مغربیت سے متاثر اور ماؤف دماغ رکھنے والے اخبارات و رسائل کے ایڈیٹر نامناسب الفاظ میں ان پر تنقیدیں کرتے ہیں۔ سیچوں پر تقریر کرنے والے حضرات ان کی قبح و ہجو سے اپنی تقریروں میں نمکینی پیدا کرتے ہیں۔ غرض وہی نقشہ ہوتا ہے کہ

دلم بہ پاکی دامن غنچہ می لرزد

کہ بلبلاں ہمہ مستند باغبان تہا

ولو کان رماحا واحد الا تقیتہ

ولکنہ رماح وثان و ثالث

اس بیویں صدی میں کسی شخص کا عظیم ترین جرم

یہ ہوتا ہے کہ اس نے داڑھی کیوں رکھی ہے۔ ہر معاملہ

میں حلال و حرام، جائز و ناجائز کی تفتیش کیوں کرتا ہے

پیار و محبت کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ ان کو کسی کسی سہولتیں بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ ان کے رہنے سہنے کے مکانات اور خورد و نوش کا کیسے اعلیٰ سے اعلیٰ انتظام کیا جا رہا ہے ان کو اپنے کام میں شوق و ذوق سے مہمل ہونے کے لئے کس قدر گراں قدر تنخواہوں کی امیدیں ہوتی ہیں۔ قوم کی طرف سے کس قدر عزت افزائی کی توقعات ہوتی ہیں۔ اور ان کی یورپی تہذیب کو کس قدر سراہا جا رہا ہے وہیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا۔ پس بتلائے کہ ایسی حالت میں ایسے پرفتن دور میں طلباء علم دین کے لئے اپنے گھر کو چھوڑ کر سفر اختیار کرنا۔ در در پھر کر خاک چھاننا۔ غربت کی زندگی گزارنا خالص دینی جذبہ اور مذہبی محبت کے بغیر اور کچھ ہو سکتا ہے۔ اور ایسے زمانہ میں قرآن و حدیث کے سیکھنے کو اپنا مطمح نظر بنا کر یہ مطاعن بننا۔ اور لوگوں کے تمسخر و استہزاء کو برداشت کرنا قبض علی الجمر نہیں تو کیا ہے۔

طلبہ علم کی ان ساری جانگاہیوں اور مصیبتوں کے بعد جب وہ قرآن و حدیث کو سمجھ کر قوم کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ سچے دین کی تبلیغ کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی سنت کی پیروی پر لوگوں کو آمادہ کرتے ہیں۔ نئے نئے بدعات و محدثات من گھڑت مذاہب اور غیر اسلامی تحریکوں، اور بے دینیوں کی انجمنوں کی تردید کرتے ہیں۔ قوم کو ہلاکت و ہر بادی سے، ڈاکوؤں اور رنہروں سے بچانا چاہتے ہیں تو ان علماء حق اور اسلام کے سچے پیروؤں اور اسلاف کی سنت پر قائم رہنے والوں اور اسی کی طرف بلانے والوں کے مقابلہ کے لئے مدعیان باطل اور ائمہ دجل و تبیس ہنرات الارض کی طرح نکل آتے ہیں۔ یہ سلسلہ "جہاد" کے ان چوکیداروں کے برخلاف ایک پیہم سلسلہ "جہاد" شروع ہو جاتا ہے۔ کوئی ان کی داڑھی سے مذاق کرنے

قادانی، مشرقی، شعیوں، چکڑالویوں کو مذہبی لحاظ سے بڑا کیوں سمجھتا ہے۔ ”وسیع المشرب“ کیوں نہیں۔ گفتگو کرتے وقت قرآن وحدیث کا نام بار بار کیوں لیتا ہے اس کی نظر ہر وقت عرب کی طرف کیوں اٹھتی ہے اور بوڑھے اسلام کو کیوں نوجوانوں کے لئے پیش کر رہا ہے ہر وقت مسجد ومنبر کا تذکرہ کیوں ہے۔ اور ہمارے ابواء وآراء کو عین اسلام کیوں قرار نہیں دیتا۔

حضرات آپ خود سوچئے۔ ایسی مسموم فضا میں کلمہ حق بلند کرنا۔ صحیح اسلام پر قائم رہنا۔ اس کے طور و طریقے کو ان کی وضع وقطع پر مضبوطی سے پابند رہنا۔ ہر تجدید پسند، بتدرع و ملحد کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر اسلام کی حفاظت کو سرانجام دینا۔ مسجدیں آباد رکھنا پیچوقتہ اذانیں دینا۔ اور قوم کو حضور کے لئے ہوئے سچے اور اصلی دین سے روشناس کرانا جہاں اکبر ہے یا نہیں۔ اور ہاتھوں میں آگ کا سلگتا ہوا انگارہ لینا ہے یا نہیں۔

علم اور اہل علم کی کس قدر تحقیق و تذلیل ہو رہی ہے وہ آنکھوں سامنے کی بات ہے۔ تو کیا ہم نے کبھی اس پر بھی غور کیا ہے۔ کہ ہمارے موجودہ ادب و زوال کے دوسرے مختلف اسباب کی طرح یہ بھی سبب ہو سکتا ہے یا نہیں۔ یقیناً ہم نے اس طرف کبھی توجہ نہیں کی حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے زوال کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ کیونکہ جس چیز کی وجہ سے ہم باعزت تھے۔ جس علم و فن کے حامل ہونے کی وجہ سے ساری دنیا ہمارے زیر نگین تھی۔ ہم نے خود اس کو آج کل حقیر سمجھا۔ ہم نے دین کی دینداری کی، اسلام کی، اور اسلامی طرز کی بے قدری کی، اسی کا نتیجہ ہے اور اس کی دنیوی سزا ہے کہ ہم اوردوں کی نظر میں حقیر ہوئے۔ غلام ہوئے۔ بے دست و پایا ہوئے۔ اور دنیا ہماری بے قدری کر رہی ہے۔ اس موجودہ ادب و زوال اور

محکومیت کو اپنی اس بے توجہی اور تذلیل علم و علماء کا نتیجہ قرار دینا صرف ایک فرضی نظریہ نہیں۔ بلکہ یہ فلسفہ تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ جس قوم نے دوسری خوش اخلاقوں کی طرح اس کی طرف بھی توجہ کی ہے۔ وہ ترقی کے زینوں پر چڑھتی رہی ہے۔ اور دنیا نے بھی اس کی طرف توجہ مبذول رکھی ہے یعنی جہاں نگیری وجہاں نیانی کی دولت سے نوازے گئے ہیں۔ اور جس قوم نے اور اخلاق حمیدہ کی تلاش سے بھی بے اعتنائی برتی۔ وہ بام ترقی سے منزل کے گڑھوں میں گری اور ملک کی سیاست ان کے ہاتھوں سے نکلتی رہی ہے۔ حتیٰ کہ حاکم ہونے کے بعد انہیں محکوم ہونا پڑا۔ اور آقاؤں و تاجداروں کے بعد دوسروں کی غلامی اور کفش برداری کرنے لگے۔ اور اسی چیز کو فلسفہ و تاریخ کے مشہور امام امام ابن خلدون مغربی روح اس طور سے فرماتے ہیں۔

فقد تبین ان خللال الخیر شاهدة بوجود الملك لمن وحدت له العصبية فاذا انظرنا في اهل العصبية ومن حصل لهم الغلب على كثير من النواحي والامم فوجدناهم يتنافسون في الخير وخلا له من الكرم (الی ان قال) وتعميم الشريعة واجلال العلماء المحملين لها والوقوف عند ما يجدونه لهم من فعل او ترك وحسن الظن اسی سے صاف ظاہر ہوا کہ نیک خصلتیں کسی قوم کی حکومت کے وجود کی گواہی دیتی ہیں۔ جب ہم ان قوموں کو دیکھتے ہیں جن کو دنیا کے اکثر اطراف میں دوسری قوموں پر غلبہ حاصل ہے تو ہم یہی پاتے ہیں کہ وہ بہتر اخلاق سے کام لیتے ہیں اور خصائل حمیدہ میں رغبت رکھتے ہیں (علامہ ان نیک اخلاق کی تفصیل کرتے کرتے لکھتا ہے) شریعت کی تعظیم۔ اور جو علماء کرام شریعت

وسلطنیت سے نوازا جائے گا۔ لیکن اگر ان کو وہ چھوڑ دے اور زائل پر کاربند ہو تو پھر :-

وبالعکس من ذلك | اور اس کے برعکس جب
اذا تاذن الله بانقراض | اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حکومت
الملك من امة حملهم | کے ختم کرنے کا حکم فرمائے
على امر نكاب المذموم | تو وہ مذمومات کے ارتکاب
وانتقال الرذائل و | اور رذیل اخلاق کی خوگیری
سلوك طرقها فتفقد | اور انہیں رستوں پر چلنے
الفضائل السياسية منهم | لگ جاتے ہیں اور سیاسی
جملة ولا تزال في انتقاص | فضائل سب کے سب اُن
الحا ان يخرج الملك من | میں سے مفقود ہو جاتے
ایديهم ويتبدل به سوا | ہیں۔ اور اسی طرح وہ ہمیشہ
هم الخ | گھٹتے ہی جاتے ہیں یہاں تک
مقدمہ ۱۲ | کہ ملک ان کے ہاتھوں سے

نکل جاتا ہے۔ اور ان کی جگہ دوسرے لوگ دہاں پر آ کر
حاکم ہوتے ہیں الخ

علامہ ابن خلدون اسی چیز کو ذکر فرمانے کے بعد
ایک قاعدہ کلیہ کے طور پر لکھتے ہیں :-

واعلم ان من خلال | جان لے۔ کہ کمال کے وہ
الکمال التي يتنافس فيها | خصائل وعادات جن کے
القبائل اولو العصبية | حصول کے لئے فاتح اور
وتكون شاهدة لهم | زندہ اقوام بہت شوق اور
بالمملك اکرام العلماء | رغبت رکھتی ہیں۔ اور جو
والصالحين والاشراف | ان اقوام کی سلطنت کے
واهل الاحساب الخ | بقا کی گواہی دیتی ہیں۔ یہ
ہیں۔ کہ علماء صلحاء، شرفاء اور صاحب حسب و نسب
لوگوں کی عزت و توقیر کی جائے۔

علامہ اس کی وجہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں
والاکرام الطامعین من اهل | اور کسی طرح کی خصوصیت

بہم واعتقاد اهل الدين | کے حامل ہیں ان کی عزت
والتبرک بهم و سماعہ | کرنا۔ اور کسی کام کے کرنے
الدعاء منهم والحياء من | یا چھوڑنے کے بارے میں
الاکابر والمشائخ وتوقیرهم | وہ علماء جو حد مقرر کریں۔
واجبالهم والانقياد | اسی معین حد پر بٹھ کر جانا اور
الى الحق مع الداعي اليه | اس سے تجاوز نہ کرنا اور ان کے
(الى ان قال) علمنا ان | ساتھ حق ظن رکھنا۔ اور
هذه خلق السياسة | دینداروں کے ساتھ اعتقاد
قد حصلت لديهم واشتقوا | رکھنا۔ اور ان سے برکت
بها ان يكونوا اساسه | حاصل کرنا۔ اور ان دینداروں
لمن تحت ايدىهم او على | کے ذریعہ دعائیں مانگنا
العموم وانه خير ساقه | اور اکابر بزرگان دین مشائخ
الله تعالى اليهم مناسب | کرام سے حیا کرنا ان کی توقیر
بعصيتهم وغلبهم والملك | و تعظیم کرنا۔ اور حق کی طرف
انصب المراتب والخيرات | بلانے والے کی فریادیں
لوعصبتهم فعلمنا بذلك | کرنا۔ (ان اخلاق کو ذکر کرتے
ان الله تاذن لهم بالمملك | کرتے آخریں علامہ فرماتے
واسا نذ اليهم۔ | ہیں) معلوم ہوا کہ یہ جہان بینی

مقدمہ ابن خلدون ۱۲ | کے اخلاق ہیں جو اس فاتح
وغالب قوم کو حاصل ہیں۔ اور اسی کی وجہ سے اپنے مانتوں
بلکہ عام لوگوں پر وہ حاکم بننے کے حقدار ہو گئے ہیں۔ اور یہ
ایک بھلائی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دی ہے۔ اور ان
کی قومیت اور غلبہ کے مناسب ہے۔ اور اس قوم کے لئے
سارے مراتب کمال اور بھلائی ہیں یہ حکومت زیادہ مناسب
ہے۔ اور اسی سے ہم نے معلوم کیا کہ ایسے لوگوں کے لئے
حکومت و سلطنت ملنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور خدا تعالیٰ
ہی نے انہیں ملک حوا کہ کیا ہے۔

یہ تو وہ صورت ہوئی۔ جبکہ کوئی قوم یہ اخلاق
حمیدہ اور برگزیدہ خصائل رکھتی والی ہو۔ تو انکو حکومت

اللہ تعالیٰ کسی قوم کا تنزل ہی چاہے تو کوئی اس کا روکنے والا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ان تصریحات کے بعد شاید کسی مزید تفصیل و تشریح کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اہل نظر خود سرچ کر فیصلہ کریں۔ زوال مملکت کی فوجہ خوانی سے کچھ نہیں بن سکتا۔ ماتم گستری کچھ مفید نہیں۔ حکومت کی اگر خواہش ہے۔ جہاں بنانی کا اگر سر میں سودا ہے۔ تو ان اسباب کے ہٹا کر کرنے کی جان توڑ کوشش کرنی چاہئے

خصائل حمیدہ اور اخلاق فاضلہ پیدا کرنے اور دیندار ہو کر رہنے کا عزم بالجزم کیجئے۔ پھر بیڑا پار ہے۔ علماء حق، فضلاء دین اور سچے مشائخ کرام کی توقیر و اکرام میں کچھ کوتاہی نہیں چاہئے۔ اور دین کے مراسم و احکام کی اقامت اور سر بلند رہی کے لئے ان سے رجوع کرنا چاہئے۔ ان کے وقار کو ختم کرنے اور ان پر عرصہ حیات تنگ کرنے کی ہملک اور تباہ کن روش کو چھوڑنے کا قصد کرنا چاہئے۔ پھر آپ یقیناً دیکھیں گے کہ عروس مملکت آپ کے ہملکار ہوگی۔ اور فتح و ظفر آپ کے استقبال کے لئے موجود ہوگا۔

نہ از ساقی نہ از پیما نہ گفتم
حدیث عشق بے باکانہ گفتم
شنیدم آنچہ از باکان امت
ثرا باشوخی رندانہ گفتم

نہ از ساقی نہ از پیما نہ گفتم
حدیث عشق بے باکانہ گفتم
شنیدم آنچہ از باکان امت
ثرا باشوخی رندانہ گفتم

ماہ شعبان میں

زکوٰۃ و صدقات ادا کرتے وقت دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ اور تربہ کے دیگر دینی اداروں کو فراہم فرمائیں دارالعلوم میں مغلس اور یتیم بچوں کی مکمل تربیت کا انتظام کیا جاتا ہے زکوٰۃ کا بہترین مصرف موجودہ دور میں طالبان علوم و دینیہ ہی ہو سکتے ہیں۔

ناظم حزب الانصار دہشتہم دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ (پنجاب)

الفضائل والخصوصیات
کمال فی السیاسة العامة
فالصالحون للدين والعلماء
للجاء اليهم في اقامة
مراسم الشريعة الخ
ملا

مراسم و احکام کی اقامت کے لئے ان سے رجوع کرنا ضروری ہے۔ الخ

فيعلم بوجود ذلك من
اهل عصبية انتماءهم
للسیاسة العامة وهي
المملك وان الله قد تاذن
بوجودها فيهم لوجود علمائها
ولهذا كان اول ما يذهب
من القبيل اهل الملك
اذا تاذن الله تعالى
بسلط ملكهم وسلطانهم
اكرام هذا الصنف من
الخلق فاذا مر آيته قد
ذهب من امته من الاعم
فاعلم ان الفضائل قد
اخذت في الذهاب
عنهم وارتقب زوال
المملك منهم واذا اراد
الله بقوم سوء فلا مرد
له والله تعالى اعلم انتهى
مقدم ابن خلدون ص ۱۲

کسی قوم میں ان چیزوں کے موجود ہونے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ اس قوم کا سیاست عامہ یعنی حکومت و سرداری سے تعلق ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسی قوم میں حکومت کے موجود ہونے کا حکم فرمایا ہے کیونکہ اس کی علامتیں ابھی ان میں باقی ہیں۔ اور اس لئے جب کسی حکومت و سلطنت رکھنے والی قوم سے سلطنت و حکومت چھیننے کا اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں تو ان میں سے اول یہی خصلت چلی جاتی ہے یعنی مخلوق کی اسی صنف کا اکرام و اعزاز۔

پس جب تو دیکھے کہ کسی قوم سے یہ چیز چلی گئی تو پس یقینی سمجھو کہ فضائل ان سے رخصت ہونے شروع ہو گئے اور ان کی حکومت کے زوال کا انتظار کرو۔ اور جب

یقینی سمجھو کہ فضائل ان سے رخصت ہونے شروع ہو گئے اور ان کی حکومت کے زوال کا انتظار کرو۔ اور جب

مسائل حاضرہ برپاکہ

(۳)

(از مولانا سید یحییٰ الدین صاحب کاغذیں کن دارالتالیف مفتوحہ دارالعلوم دیوبند)

دُنیا میں اسلام کی روشنی سے پہلے تمام دُنیا میں تمام اقوام عالم کے اُس عورت کی کچھ وقعت و حیثیت نہ تھی۔ اور ہر قوم اس کو حقیر و ذلیل سمجھتی۔ اور بھڑ خاص کر عرب اس بارے میں سب سے بڑھے ہوئے تھے زمانہ جاہلیت میں لڑکی کا پیدا ہو جانا ایک مصیبت خیال کیا جاتا تھا۔ لڑکی کا باپ بننا تنگ و عار اور ذلت و رسوائی کا سبب سمجھتے تھے۔ بیٹی کی پیدائش کی خبر سن کر شرم و خجالت اور رنج و غم کی وجہ سے ان کے چہرے سیاہ ہو جاتے تھے۔ اور ان کی شقاوت و سنگدلی اس قدر حد تک پہنچ گئی تھی کہ اپنی اولاد کو صرف اس جرم پر کہ وہ طبقہ اناث میں سے ہے زندہ منوں مٹی کے پیچے گاڑ دیتے تھے اور وہ معصوم بچیاں خود اپنے والدین کے ہاتھوں بے قصور و بے گناہ قتل ہو جاتی تھیں۔ چنانچہ قرآن پاک میں ان کی اس جاہلانہ حالت کا ذکر

ان الفاظ میں فرمایا گیا ہے

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ
بِأُنْثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ
مُسْوًى ۚ وَهُوَ كَظِيمٌ
يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ
فَإِنْ بَشِّرْهُ
بِمَا بُشِّرَ بِهِ
أُمُّ سَيْكَةٍ عَلَىٰ هُونَ
أَمْرٌ يَدُسُّ فِي الْأَرْبَابِ

اور جب خوشخبری ملے ان میں کسی کو بیٹی کی۔ سارے دن رہے اس کا منہ کالا اور جی میں گھٹنا رہے۔ چھپتا پھرے لوگوں سے مارے بُرائی اس خوشخبری کے جو سُنی۔ اس کو رہنے

آلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ - دے ذلت قبول کر کے یا اس کو داب دے مٹی میں۔ (غل)

سننا ہے برا فیصلہ کرتے ہیں۔

وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ - یا اِیْحَ ذَنْبٍ ہوئی کو پوچھیں کہ کس گناہ قُتِلَتْ (نکویر) پر وہ ماری گئی۔

اسلام کی پاکیزہ تعلیمات نے جس طرح دوسری

اسلام کی روشنی

خرابیوں کی اصلاح کی۔ باطل عقائد اور اخلاق سیئہ کا استیصال کیا۔ اسی طرح عورتوں کی حق تلفیوں ان پر مظالم کے بارے میں یہی مقدس مذہب ان کا دشمن ہو اور ان کے حقوق کی حفاظت کی۔ اور مردوں کو بتایا کہ عورتیں بھی مردوں کی طرح حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنا ضروری ہے۔ یا ایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منہا زوجھا وبت منہما رجلاً وکثیراً ونساء۔

عورت ذات اس دنیا میں یا کسی کی ماں ہوگی یا بیٹی ہوگی یا بیوی ہوگی یا ان میں سے دو طرح یا تینوں طرح ہوگی اور اسلام نے ان کی ہر حیثیت میں حقوق متعین فرما کر اس کی حفاظت کی تاکید کی ہے۔ ماں ہونے کی

حیثیت سے تعظیم و احترام کا حکم ہے۔ بیٹی ہونے کے لحاظ سے رحم و شفقت اور تربیت و خبرگیری کا فرمان ہے اور بیوی ہونے کی صورت میں اس کے ساتھ نیک سلوک اچھے برے، محبت و پیار کی ترغیب ہے۔

ماں کے حقوق - والدین کے حقوق کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبی اور رسول کی فرمانبرداری کے بعد والدین کی فرمانبرداری کا حکم فرمایا ہے۔

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا يَٰهٖ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۖ إِنَّمَا يُبَلِّغُونَ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا سَهْرَ ۚ هُمَا وَقُلْ لَهُمَا تَوَلَّ ۖ كَرِيمًا ۚ وَخَفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ ۚ وَقُلْ مَرْحَبًا بِأَرْحَمَهُمَا ۚ كَمَا رَبَّيْنِي صَغِيرًا (بنی اسرائیل)

اور حکم کر چکا تیرا رب کہ نہ پوجو اس کے سوا۔ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اگر پہنچ جائے تیرے سنے بڑا پے کو ایک ان میں سے یاد دونوں۔ تو نہ کہہ ان کو ہوں۔ اور نہ جھڑک ان کو۔ اور کہہ ان سے بات ادب کی۔ اور جھکا دے ان کے آگے سنانو عاجزی کے نیاز مندی سے اور کہہ اے رب ان پر رحم کر جیسا پالا انہوں نے مجھ کو چھوٹا سا۔

اور فرمایا :-

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَلَّةً أُمًّا وَهُنَّ عَلَىٰ وَهْنٍ ۖ فَصَلِّ لَّهُ فِي عَمَّائِنِ ۖ إِنَّ شَكَرُ لِي ۖ وَلَوْ أَلَيْكَ (لقمان ۲۶)

اور ہم نے تاکید کر دی انسان کو اس کے ماں باپ کے (حقوق) کیونکہ پیٹ میں رکھا اس کو اس کی ماں نے تھک تھک کر اور دودھ پھڑانا ہے

اس کا دو برس میں۔ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَلَّةً أُمًّا وَهُنَّ عَلَىٰ وَهْنٍ ۖ فَصَلِّ لَّهُ فِي عَمَّائِنِ ۖ إِنَّ شَكَرُ لِي ۖ وَلَوْ أَلَيْكَ (احقاف ۲)

اور ہم نے حکم کر دیا انسان کو اپنے ماں باپ سے بھلائی کا پیٹ میں رکھا اس کو اس کی ماں نے تکلیف سے اور جانا اس کو تکلیف سے

والدین کی اطاعت اور ان کے حقوق کی حفاظت کے بارے میں قرآن کی بہت سی آیتیں نازل ہو چکی ہیں۔ اس کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں بھی اس کی نہایت تاکید فرمائی ہے۔

حضرت معاذ بن جبل کی روایت ہے کہ مجھے حضور نے وصیت کر کے فرمایا تھا وَلَا تَعْقُونَ وَالِدَيْكَ وَ إِنْ أَمَرَكَ أَنْ تَخْرُجَ مِنْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ (احمد) یعنی والدین کی نافرمانی ہرگز نہ کرنا اگرچہ وہ اہل و مال کے چھوڑ دینے کو کہیں۔

حضرت مغیرہ رضی کی روایت ہے کہ حضور نے فرمایا۔ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمِّهَاتِ (متفق علیہ) اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی حرام کر دی ہے۔ بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور سے پوچھا من احق بحق صحابہ بنی۔ میری نیک صحبتوں اور خدمتوں کا زیادہ مستحق کون ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا امک ثم امک ثم ادناک۔ یعنی تیری ماں پھر تیری، پھر تیری ماں، پھر تیرا باپ، پھر تیرے قریبی رشتہ دار۔

اسی طرح مسلم کی روایت ہے کہ حضور نے فرمایا کہ وہ شخص ذلیل و خوار ہوا۔ جس کے والدین یا ان میں سے ایک بوڑھا ہو۔ اور اس نے ان کی خدمت کو وہ فرمانبرداری کر کے اپنے کو جنت میں داخل ہونے کا مستحق نہ بنایا۔

برتاؤ کیا تو وہ لڑکیاں اس کے لئے آگ سے پردہ
 بنیں گی۔ اور حضرت ابن عباس رضی کی روایت ہے من
 كانت له انثی فلم بأدها ولم یهنها ولم
 یوثر ولدہ علیہا یعنی الذکور اداخلہ اللہ
 الجنة (ابوداؤد) جس کے لڑکی پیدا ہو جائے۔ اور
 اس نے اس کو زندہ درگور دفن نہ کیا۔ نہ اس کی امانت
 اور تذلیل کی۔ اور نہ نرینہ اولاد کو محبت و تربیت میں
 اس سے زیادہ کیا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل
 کریں گے۔

والدین کے مال میں لڑکوں کی طرح لڑکیوں کا بھی
 حصہ مقرر ہو چکا۔ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر
 مثل حظ الانثیین۔ حکم کرتا ہے تم کو اللہ تمہاری
 اولاد کے حق میں کہ ایک مرد کا حصہ برابر ہے دو عورتوں
 کے۔ اور للرجال نصیب مما ترک الوالدان
 والافترکون وللنساء نصیب مما ترک
 الوالدان والافترکون مما قل منہ او
 کثر نصیباً مقرر وضا۔ (نساء) مردوں کا بھی
 حصہ ہے اس میں جو چھوڑیں ماں باپ اور قرابت والے
 اور عورتوں کا بھی حصہ ہے اس میں جو چھوڑیں ماں باپ
 اور قرابت والے۔ تھوڑا ہو یا بہت ہو۔ حصہ مقرر کیا
 ہوا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ اسلام نے لڑکیوں کے ساتھ
 نیک سلوک، رحم و شفقت، تربیت کے بارے میں
 خوب تاکید فرمائی ہے۔ بلکہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ
 وسلم نے حضرت فاطمہ الزہراء اور دوسری صاحبزادیوں
 کے ساتھ جن محبت و پیار کا برتاؤ رکھا وہ اس کی عملی
 تعلیم ہے۔ اور بتلایا ہے کہ مسلمان بھی لڑکیوں کے
 ساتھ ایسا گزارہ کریں۔ فرمایا فاطمہ بضعتہ منی
 فمن اغضبها اغضبتنی (مشکوٰۃ شریف) اور جس

غرض والدین اور بچہ خصوصاً والدہ کی اطاعت و
 خدمت کے بارے میں کثرت سے احادیث منقول ہیں۔
 ان سب کو دیکھ کر معلوم ہو سکتا ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ
 علیہ وسلم نے والدہ کے حقوق کی نگہداشت کی کس قدر تاکید
 فرمائی ہے۔ اور والدہ کے حقوق کی یہ حفاظت عورت ذات
 پر اسلام کا احسان ہے۔ اور اگر آج ہم والدین کی عزت
 نہیں کرتے۔ اطاعت نہیں کرتے تو یہ ہماری کمزوری ہے
 اسلامی تعلیمات سے بے توجہی اور بغاوت ہے۔ ورنہ
 اسلام نے ان کے حقوق کی نگہداشت کے بارے میں ہمیں
 خاص تاکید کی ہے۔

لڑکیوں کے حقوق لڑکیوں کے ساتھ رحم و شفقت
 کا برتاؤ رکھنا، ان کی
 تربیت و پرورش کا خاص خیال رکھنا، اسلام نے ضروری
 قرار دیا۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا زمانہ معاہدیت میں ان کو
 زندہ درگور کرنے کا دستور تھا۔ اسلام نے نہایت سختی سے
 اس کو روکا۔ ان کے اس سنگدلانہ اور ظالمانہ فعل کی
 قباحیت بیان کر کے ان کو باز رہنے کی ہدایت کی اور فرمایا
 ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق۔ مفلسی
 کے خوف سے اپنی اولاد کو نہ مار ڈالو۔ اور حضور نے فرمایا
 من عال جارہ یتیم حتیٰ تبلغا حیا یوم القیامۃ
 انا وھو ھکذا وضا صابغہ (رواہ مسلم) جس
 کسی نے زمانہ بلوغ تک دو لڑکیوں کی پرورش کی۔
 تو قیامت کے روز وہ شخص میرے ساتھ ایسا قریب ہوگا
 (اس وقت حضور نے اپنی مبارک انگلیاں ساتھ
 ملا دیں)

حضرت عائشہ رضی کی دوسری روایت ہے من ابتلی
 من ہذا البنات بئشی فاحسن الیہن
 کتبت لہ سقوا من النار (متفق علیہ) جس شخص
 کو لڑکیاں ہی دی گئیں پھر اس نے ان کے ساتھ اچھا

اسلام اور پیغمبر اسلام کی تعلیمات کو چھوڑ کر اپنے اہواء و آراء کی پیروی ہے۔ ورنہ شریعت مطہرہ نے عورت کو لڑکی ہونے کی حیثیت سے بھی کافی حقوق دیئے ہیں۔ اور مردوں کو ان کے پورا کرنے کی خاص تاکید کی ہے۔ (باقی آئندہ)

وقت وہ تشریف لائیں کس محبت سے فرمایا موجباً بابنتی۔ اسے میری پیاری بیٹی خوش آمدید! اب ہم موجودہ مسلمان ان کے حقوق ادا نہ کریں لڑکیوں کو حقیر سمجھیں ان کو میراث میں بالکل حصہ نہ دیں ان کی پیدائش کو موجب شگ و عار سمجھیں تو یہ ہمارا قصور ہے

تایخ و عبرت و نظر

حسین بن منصور حلاج

(۲)

(از مولانا حافظ محمد ادریس صاحب پرنسپل ایم اے او کالج اہمر)

تحریروں کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے۔ اور مناسب سزا دی جائے۔ کتابیں لائی گئیں۔ اور پوری تفتیش کے بعد ان پر حسب ذیل باتوں کی بنا پر فرد جرم لگایا گیا۔

(۱) حلاج حکومت کے دشمنوں۔ قرامطہ۔ کے ساتھ خط و کتابت کرتا رہا ہے۔

(۲) حلاج کے مرید اس کو خدا سمجھتے ہیں۔

(۳) حلاج انا الحق کے نعرے لگاتے ہیں

(۴) حلاج حج کو شرعی فریضہ نہیں سمجھتے۔

قاضی نے پوچھا۔ کہ تم حج کو کیوں فرض نہیں سمجھتے؟ حلاج نے کہا کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اس پر قاضی ابو عمرو نے کہا۔

تَبَّالَکَ مِنْ کَافِرٍ

تَسْتَحِقُّ الْمَوْتَ لِمَا

لَقِيلَ الْحَسَنُ بِهَذَا

لکھی ہے۔

حلاج کا مقدمہ۔ حامد بن العباس نے حلاج کے جرائم کی باقاعدہ تفتیش کرنے کے لئے ان کا مقدمہ قاضی ابو عمر مالکی کی عدالت میں پیش کیا۔ قاضی صاحب نے ان کے چند خطوط سامنے رکھ کر پوچھا۔ کہ کیا تم اپنے آپ کو خدا سمجھتے ہو؟ حلاج نے جواب دیا :-

لَقَدْ عَصَمَنِی اللہُ عَنْ ادْعَاءِ
الَالُوْهِیَّةِ اَوِ النَّبُوَّةِ
اَنَا رَجُلٌ فَاِنْ
تَوَاحِدَ فَاَنْیَ اَدْعٰی ہوں۔

چونکہ ان پر یہی ایک الزام تھا۔ کہ وہ اپنے آپ کو خدا کہتا ہے۔ اس لئے حلاج کے اس ایک جملے نے مقدمے کا تقریباً فیصلہ کر دیا۔ لیکن وزیران کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے حکم دیا۔ کہ حلاج کی تصنیفات عدالت کے سامنے لائی جائیں۔ اگر وہ کتابیں کفر و زندقہ سے پاک ہوئیں تو فہما ورنہ ان کو اپنی

ازراہ مذاق پوچھا۔ بتاؤ۔ تصوف کیا چیز ہے؟ علاج
نے کہا:-

اَهْوَيْتُ مَا تَرَى - تصوف کی ادنیٰ علامت یہ
ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔

اس کے بعد انہوں نے ذیل کے دو شعر پڑھے:-

طَلَبْتُ الْمُسْتَقْرَّ بِكُلِّ اسْرَافٍ

فَلَمَّا سَرَى بَارِغِ مُسْتَقَرًّا

میں نے ساری زمین پر قرار گاہ تلاش کی مگر کوئی
موزوں جگہ نہ ملی۔

اَطَعْتُ مَطَامِعِي فَاسْتَغْبَدْتُ

قَلْوَانِي قَتَنْتُ لَكُنْتُ حُرًّا

میں نے اپنی طمع کی اطاعت کی تو اس کا غلام بن گیا
اگر قناعت کرتا۔ تو آزاد رہتا۔

اس پر لوگوں نے کہا۔ کہ یہ وقت اشعار پڑھنے کا
نہیں ہے۔ ان کی جگہ کلمہ توحید پڑھو اور سلامتی
امیاں کی فکر کرو۔ علاج نے کہا:-

اِنَّ بَيْنَنَا اَنْتَ سَاكِنٌ

غَيْرَ مُحْتَاجٍ اِلَى السُّرُجِ

جس گھر میں تو خود رہتا ہے۔ اس کو روشن کرنے کے
لئے چراغ کی ضرورت نہیں ہے۔

اتنے میں جلدانے تختہ گرایا۔ پھندا گلے میں پھنس
گیا۔ اور علاج کی روح جسم سے پرواز کر گئی انا للہ
وانا الیہ راجعون۔ پھر اس لاش کو اتار کر
جلادیا گیا۔ اور اس کی ماکھ دجلہ میں بہا دی گئی۔

ایک عجیب واقعہ۔ تختہ دار پر کھڑا کیا گیا۔ تو

انہوں نے کہا۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو۔ کہ تم واقعی علاج کو
قتل کر رہے ہو؟ نہیں علاج کو قتل کرنا تمہارے بس
کی بات نہیں ہے۔ تم تو مادرانی کے خچر کو پھانسی دے رہے ہو

فیصلہ۔ یہ مقدمہ سات مہینے تک چلتا رہا۔ آخر کار
علماء اور شائخ (اراکین عدالت) نے فتویٰ

دے دیا کہ حسین زندیق اور واجب القتل ہے۔ چنانچہ
قاضی صاحب نے فیصلہ دے دیا۔ کہ حسین بن منصور علاج
کو مشرکانہ عقائد رکھنے کی بنا پر موت کی سزا دیدی جائے
یہ سن کر علاج نے کہا۔

علاج کا احتجاج۔ کہ لوگو کیا کرتے ہو میں

مسلمان ہوں۔ قرآن، حدیث، اور ائمہ کو مانتا ہوں۔

مگر ان کی باتوں پر کسی نے دھیان نہ دیا۔ اور محضر کو خلیفہ
کے پاس بغرض منظور سی بھیج دیا۔ خلیفہ نے فیصلہ کو
درست ٹھیرانے ہوئے لکھ دیا۔ کہ ان کو محمد بن عبدالصمد
کو توال کے حوالہ کر دیا جائے۔

علاج جب کو توال کے ہاتھ پڑ گئے

ظالمانہ سزا۔ تو انہوں نے وزیر کے حکم کے

مطابق پہلے تو ان کو ایک ہزار کوڑے مارے۔ پھر انکے

ہاتھ اور پاؤں ایک ایک کر کے کاٹ ڈالے۔ مگر علاج

نے ان تمام تکالیف کو پورے صبر اور سکون کے ساتھ

برداشت کیا۔ ایک ہزار کوڑے پڑ گئے اور آہ نہیں

کی۔ ہاتھ کٹ گئے۔ اور ماتھے پر بل نہیں آیا۔ پاؤں

کٹ گئے۔ اور ہونٹوں کو جنبش تک نہ ہوئی۔ اور

آخر تک محبت الہی میں کامل استغراق کا ثبوت پیش

کرتے رہے۔

ان ظالمانہ سزائوں کے بعد

علاج تختہ دار پر۔ ۲۴ ذوالقعدہ ۹۰۵ھ

(۳۶ مارچ ۱۹۲۲ء) کو منگل کے دن باب الطاق کے

بالمقابل نئے جلیخانہ میں اس بے دست و پا لاش کے

واسطے صلیب نصب کی گئی۔ اور ان کو اٹھا کر وہاں

لے گئے۔

تصوف کی تعریف۔ اس وقت کسی شخص نے

کار فرما تھی۔

ان جلیل القدر بزرگوں کی حمایت نے اس معاملے کو اور بھی الجھا دیا۔ کیونکہ ایک طرف بغداد کے تمام حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی علماء اور مشائخ ہیں۔ جن کی عینی شہادتوں اور جن کے متفقہ فیصلہ کو غلط یا غرض پر مبنی نہیں کہا جاسکتا۔ اور دوسری طرف اہمیت کے یہ اساطین ہیں۔ جن کی ہر ایک بات ہماری ختم بصیرت کے لئے سرمہ کا کام دیتی ہے۔ اور اگر ان کا واسطہ درمیان سے ہٹا دیا جائے تو ہمارے پاس ہدایت کی کوئی روشنی باقی نہیں رہتی۔ اس لئے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں۔ کہ علاج کے متعلق ہم کوئی قطعی فیصلہ نہیں دے سکتے۔

اعتذار۔ یہ ممکن ہے۔ کہ علاج درحقیقت بہت بڑے خدا رسیدہ بزرگ ہوں۔ اور

ان کے معاصر علماء اور شیوخ نے ان کے صحیح رتنے کو پہچاننے میں غلطی کی ہو۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں۔ کہ علاج کے بعض اقوال شریعت کے قوانین کی زو میں ضرور آتے تھے۔ اور ایک عالم کا منصب صرف یہ ہے۔ کہ وہ جس شخص کو ظاہر میں شریعت کا مخالف پائے۔ اسے باغی قرار دے کر مناسب مترادف اب اگر وہ شخص فی الواقع خدا کے نزدیک مقبول ہو تو خداوند تعالیٰ اس کو دوسری فضیلتوں کے ساتھ ساتھ اس سزا کی تکلیف کا اجر بھی دے دیگا۔ اور وہ خدا کی راہ میں آزمائے جانے کے بعد اس کا مقرب ترین بندہ ہو جائے گا۔

دوسری طرف اس عالم کو بھی اپنی کارکردگی کا اجر مل جائے گا۔ کیونکہ سپاہی کا کام ملزم کو بیکار کر عدالت میں پیش کرنا ہے۔ اگر بعد میں وہ ملزم، ملک معظم کا رشتہ دار یا عللے کا حاکم اعلیٰ نکل آئے تو اس پر

جب دیکھا گیا۔ تو وہ تجربہ واقعی مصطلب میں مرا پڑا تھا۔ اس بات کا یہ اثر ہوا۔ کہ ان کے مرید کہنے لگے کہ ہمارے پیر قتل نہیں ہوئے بلکہ وہ کہیں بچ کر نکل گئے ہیں۔ اور عنقریب ظاہر ہوں گے۔ چنانچہ تصوف میں اب تک ایک گردہ موجود ہے جو حلول کا قائل اور حلاج کی آمد کا منتظر ہے۔ ان کو ”حلاجیہ“ کہتے ہیں۔

حلاج کے متعلق دو مختلف رائیں کے علاج

متعلق قطعی فیصلہ کرنا بے حد مشکل ہے۔ کیونکہ ایک طرف ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنی تمام عمر، ریاضت اور تبلیغ میں گذاری تھی۔ اور ایک ایسے شخص کے خدا رسیدہ ہونے میں شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ دوسری طرف ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ بغداد کے تمام علماء اور مشائخ باوجود باہمی اختلافات کے، اس کے کفر و زندقہ پر متفق ہو چکے تھے۔ اور بحر ابو العباس بن عطاء کے کوئی ایک ذمہ دار شخص بھی ایسا نہیں تھا۔ جس نے حلاج کی حمایت کی ہو۔ یا اس کے اہل حق ہونے کا اقرار کیا ہو۔ بلکہ اس زمانے کے تمام علماء اور مشائخ یہ کہتے تھے۔ کہ حلاج حلول کا قائل ہے۔ یعنی اس کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ خدا انسانی جسم میں اتر آتا ہے۔

زمانہ مابعد میں سب سے پہلے امام غزالیؒ نے (مشکوٰۃ الانوار میں) ”انا الحق“ کی نئی تفسیر کر کے لوگوں کو سمجھایا۔ کہ یہ تو حید کا ایک نہایت بلند رتبہ ہے جہاں تک ہر کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ ان کے بعد حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، امام محمد الدین ابن عربیؒ، امام شعرانیؒ، شیخ فرید الدین عطارؒ اور مولانا جلال الدین رومیؒ رحمۃ اللہ علیہم نے حلاج کی تصریفیں کیں۔ اور ثابت کیا کہ ان کے ساتھ جو کچھ ہوا۔ وہ یا تو لاعلمی پر مبنی تھا۔ یا اس پردے میں معاصرانہ رقابت

ایک چھوٹا سا رسالہ ہے۔ جس میں حلاج نے اللہ تعالیٰ کی تقدیس اور آنحضرتؐ کی تعریف کی ہے اور صوفیاء کے احوال اور مشاہدات کا ذکر کیا ہے۔ مگر اس کتاب میں بعض مباحث ایسے ہیں جن کے متعلق میری رائے یہ ہے۔ کہ یہ حلاج کے مخالفین نے بعد میں اسکی کتاب میں داخل کئے ہیں۔ مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں ”میں نے جو انفرادی کے بارہ میں ابلیس اور فرعون سے مقابلہ کیا۔ ابلیس نے کہا۔ اگر میں سجدہ کر لیتا۔ تو جو انفرادی رہتا۔ فرعون نے کہا۔ اگر میں اس کے رسول پر ایمان لے آتا۔ تو جو انفرادی کے رتبہ سے گر جاتا۔ اور میں نے کہا۔ کہ اگر میں اپنے دعویٰ اور اپنی بات (انا الحق) سے باز آؤں۔ تو جو انفرادی کے رتبہ سے گھر جاؤں۔“

”ابلیس نے ”انا خیر منہ“ اس وقت کہا جب اس نے غیر کو غیر نہ دیکھا۔ اور فرعون نے مَآ عَلِمْتُ لَكُم مِّنْ اِلٰهِ غَيْرِی تَبَّ نَہَا۔ جب اسے یقین ہوا کہ میری قوم حق اور خلق میں تمیز نہیں کر سکتی۔“ اور میں نے کہا (لوگو!) اگر تم خدا کو نہیں پہانتے تو اس کی نشانیوں کو پہچان لو۔ اور میں اللہ کی نشانی ہوں۔ میں حق ہوں۔ (انا الحق) کیونکہ میں ہمیشہ سے حق کے ساتھ ثابت رہا ہوں۔“

”پس میرے ساتھی اور استاد، ابلیس اور فرعون ہیں۔ ابلیس کو آگ کی دھمکی دی گئی۔ مگر اس نے اپنا دعویٰ نہیں چھوڑا۔ فرعون دریا میں ڈوب گیا۔ مگر اپنی بات سے نہیں پھرا۔ اور دونوں نے واسطہ کا ہرگز اقرار نہیں کیا۔“

عہ عربی میں ہے ”تناذلت“ اور فارسی میں ہے :- ”مناضلت با ابلیس و فرعون کردم۔“

اس سپاہی کو سرزنش نہیں کی جائے گی۔ بلکہ یہ سمجھا جائیگا کہ اس نے پوری دیانتداری سے ڈیوٹی ادا کی ہے اور اس لئے وہ انعام کا مستحق ہے۔

اسکے ساتھ ساتھ ہم یہ کہہ دینے پر مجبور ہیں **مشورہ**۔ کہ علماء و ظاہر و اہل اللہ کے معاملہ میں بہت کم دخل دینا چاہئے۔ کیونکہ بعض اوقات ان پر ایسے احوال طاری ہو جاتے ہیں جن کو ظاہر کرنے کے لئے ان کو الفاظ نہیں ملتے۔ ناچار جو الفاظ سامنے آجاتے ہیں ان سے کام لے لیتے ہیں۔ اب اگر ان الفاظ کی تاویل نہ کی جائے اور ان کے ظاہری معنوں کے غلط زاہدوں، عابدوں اور عارفوں پر گرفت شروع کی جائے۔ اور ان پر کفر، زندہ قتل اور جلا وطنی کے فتوے صادر کئے جائیں تو ہم میں سے روحانیت بالکل اٹھ جائے گی۔ اور دین صرف الفاظ کا ایک مجموعہ بن کر رہ جائیگا۔

حلاج کی تصانیف حلاج نے تصوف میں متعدد کتابیں لکھی ہیں جن میں سے اکثر زمانہ کے دست برد کا شکار ہو گئیں لیکن یہ کہ حکومت وقت نے ان کو تلف کرایا ہو۔ اور ہو سکتا ہے کہ قسطنطنیہ کی نذر ہو چکی ہوں بہر حال ان کی بعض تصنیفات کے نام حسب ذیل ہیں :-
کتاب الطوا سین۔ یہ کتاب ۹۱۳ھ میں پیرس میں چھپ چکی ہے۔

دیوان الحلاج۔ یہ کتاب بھی پیرس میں چھپی ہے اس میں حلاج کے عربی قصائد اور متفرق اشعار ہیں۔
کتاب الوجود المشافی۔ کتاب لائیف۔ کتاب البیانیۃ بالمجاز۔ کتاب نور الاصل۔ کتاب جم الاکبر۔ کتاب جم الاصغر۔ ان میں سے بعض کتابوں کے قلمی نسخے برٹش میوزیم میں موجود ہیں۔

کتاب الطوا سین۔ یہ کتاب عربی، فارسی کا

کی وجہ سے مجھے بُرا بھلا کہتے رہتے ہیں۔ میرا دین میرے لئے ہے اور لوگوں کا (دوسروں کو دکھانے) کیلئے ہے فرماتے ہیں :-

نَدِيْمِيْ غَيْرُ مَتَسُوْبٍ
اِلَى شَيْءٍ مِّنَ الْحَيٰفِ
مِرا ندیم کسی قسم کی زیادتی نہیں کرتا۔

سَقَانِيْ مِثْلَمَا يَشْرِبُ
كَفْعَلِ الضَّيْفِ بِالضَّيْفِ
اس نے مجھے نہان کی طرح وہی پلایا جو خود پیا۔

فَلَمَّا دَارَتْ الْكَاسُ
رَعَا بِالنَّطْعِ وَالسَّيْفِ
جب جام کا دور ہو چکا۔ تو اس نے بچھانے کے لئے چھڑا اور تلوار منگل گئے۔

كَذَا مِنْ لِّشْرِبِ الرَّاحِ
مَعَ النَّبِيِّ فِي الضَّيْفِ
جو گرمیوں میں سانپ کے ساتھ مل کر شراب پیئے اس کا یہی حال ہوگا۔

فرماتے ہیں :-
ظَهَرَتْ لِقَوْمٍ وَالتَّبَسُّتَ لِفَتِيَةٍ
فَتَاهُوْا وَضَلُّوْا وَاجْتَبَعْتَ عَنِ الْخَلْقِ
بعض لوگوں نے تو تجھے سمجھ لیا۔ اور بعض کو التباس ہو گیا۔ تو وہ سرگشتہ اور گمراہ ہو گئے۔ اور تم لوگوں کی نظروں سے روپوش ہو گئے

فَتَظْهَرِ لِلْاَلْبَابِ فِي الْغَرْبِ تَارَةً
وَطَوْرًا عَلٰى الْاَلْبَابِ تَغْرُبُ فِي الشَّرْقِ
تم کبھی تو مغرب میں لوگوں کو دکھائی دینے لگے۔ ہو۔
اور کبھی مشرق میں بھی ان کی نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہو۔

دنیا کی مذمت میں فرماتے ہیں :-

اسی طرح میں چاہے، قتل کیا جاؤں، چاہے سولی پر لٹکایا جاؤں، یا میرے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے جائیں۔ میں اپنے دعویٰ سے باز نہ آؤں گا۔

(طاسین الانزل والالتباس صفحہ مطبوعہ پیرس)
طاسین النقطہ میں لکھتے ہیں۔ اور خوب لکھتے ہیں :-

”مجھ سے انکار کرنے والے دائرہ برائی میں ہیں وہ جب مجھے نہیں دیکھتے تو میرے احوال کا انکار کر بیٹھتے ہیں اور مجھے زندیق کہتے ہیں۔ اور مجھے بُرا بتاتے ہیں۔

اور دوسرے دائرے والے مجھے علم برائی کہتے ہیں اور جو تیسرے دائرے میں پہنچ گئے ہیں وہ مجھے امیڈل اور آرزوؤں میں پٹا ہوا پاتے ہیں۔ اور جو دائرہ حقیقت تک پہنچ گئے ہیں وہ مجھے بھول گئے۔ اور اب میں انکو نہیں دیکھ سکتا“

(طاسین النقطہ صفحہ مطبوعہ پیرس)

ذیل میں علاج کے دیوان مطبوعہ پیرس سے چند ایک شعر دیئے جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں :-
وَإِيَّ الْاَرْمَضِ تَخْلُوْ مِنْكَ حَتَّى
تَعَالُوْا يَطْلُبُوْكَ فِي السَّمَاءِ
تم سے کوئی جگہ خالی ہے۔ کہ وہ لوگ تجھے آسمان پر ڈھونڈنا ضروری سمجھتے ہیں۔

تَرَاهُمْ يَنْظُرُوْنَ الْبَيَاكُ جَهْرًا
وَهُمْ لَا يَصْبِرُوْنَ مِنَ الْعَمَاءِ
وہ تمہاری طرف دیکھ تو رہے ہیں۔ مگر اندھے ہیں
کی وجہ سے تمہیں دیکھ نہیں پاتے۔

فرماتے ہیں :-
مَالِيْ وَلِلنَّاسِ كَمَا يَلُوْئِيْ سَفْهًا
دِيْنِيْ لِنَفْسِيْ وَدِيْنُ النَّاسِ لِلنَّاسِ
میرا لوگوں سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ اپنے سفلیں

دنیا تختِ ابر عنی کافی
لست اعرف حالہا
دنیا مجھے دھوکا دینا چاہتی ہے۔ گویا میں اسکی
حقیقت سے ناواقف ہوں!

ذمّہ الالہ حرامہا
وانا اجتنبت حلالہا
خدا نے تو صرف حرام کی مذمت کی ہے مگر میں حلال
سے بھی دُور رہتا ہوں۔

مَدَّتْ اِلَیَّ یَمَیْنَهَا
فَرَدَّتْهَا وَشِمَالَهَا
دنیا نے میری طرف اپنا دایاں ہاتھ بڑھایا۔ تو
میں نے اس کو اور بائیں ہاتھ کو بھی ہٹایا۔
وَمَا اَیْتَهَا مَحْتَاجَةٌ
فَوَهَبْتُ جُلَّتْهَا لَهَا
اور میں نے خود دنیا کو محتاج پایا۔ تو اس کا دیا
سب اس کو واپس کر دیا۔

وَمَتَّى عَرَفْتُ وَصَالَهَا
حَتَّى اَخَافُ مَلَآلَهَا
میں نے اسے لیا ہی کب ہے۔ کہ اس کے نہ ہونے
کا ملال کروں۔

فرماتے ہیں ۵
لِلنَّاسِ حَجٌّ وَوَلِيَ حَجٌّ اِلَیَّ سَكَنَی
تَقْدَی الْأَصْحَی وَأَهْدَى مَجْهُی وَدَمَی
لوگ بھی حج کرتے ہیں۔ اور میں بھی اپنے مطلوب
کالج کرتا ہوں۔ وہ قربانی کے جانور لے جاتے ہیں اور
میں اپنی روح اور اپنا خون پیش کرتا ہوں۔
تَطَوُّفٌ بِالْبَیْتِ قَوْمٌ لَا بِجَارِ حَلَةٍ
بِاللّٰهِ طَافُوا فَأَغْنَاهُمْ عَنِ الْحَرَمِ
بعض لوگ روحانی طور پر خدا کا طواف کرتے ہیں۔
اس لئے وہ حرم کے طواف سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔
فرماتے ہیں :-

اَنَا مِنْ أَهْوَى وَمِنْ أَهْوَى اَنَا
فَحْنُ رُوحَانٍ حَلَلْنَا بَدْنَا
مجھ میں اور میرے معشوق میں کوئی حُدیٰ نہیں
ہم دور و حیں ایک ہی جسم میں سرایت کر چکے ہیں۔
فَإِذَا أَبْصَرْتَنِي أَبْصَرْتَهُ
وَإِذَا أَبْصَرْتَهُ أَبْصَرْتَنَا
جب تم نے مجھے دیکھا۔ تو اسے دیکھ لیا
اور جب اسے دیکھا۔ تو ہم دونوں کو
دیکھ لیا۔

حادثۂ ارتحال

دلی رنج و افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ حزب الانصار کے پُرانے رفیق و معاون مولوی عبدالشکور صاحب دھولیا لوی
الرحمۃ علیہ الشانی کو اپنے وطن مالوف میں انتقال فرما گئے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔
مرحوم ایک نیک سیرت نیک اخلاق اور خادم اسلام بزرگ تھے۔ آپ شیخ بھٹہ ضلع راولپنڈی میں بطور
مدرس کئی سال سے کام کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا
فرمائے آمین۔ ہمیں اس حادثہ میں مرحوم کے ضعیف العمر والد مولوی ظہور احمد صاحب دھولیا لوی کے ساتھ دلی
ہمدردی ہے۔ اللہ کریم آپ کو صبر جمیل بخشے۔ (مدائیر)

مِرزا نَبِیَا

مِرزا صاحب کا بیگانہ عورتوں سے میل جول

(از مولانا چرخ صناعت صاحب مدظلہ العالی مدظلہ العالی)

العقائد ہے۔

اب ذیل میں ان واقعات کو ملاحظہ فرمایا جاوے :-
سیرۃ المہدی حصہ سوم ص ۲۸ روایت ۷۸۷
”حضرت صاحب کے ہاں ایک بوڑھی ملازمہ مسماۃ بھانو
تھی وہ ایک رات جبکہ خوب سردی پڑ رہی تھی حضور کو
دبانے بیٹھی چونکہ وہ لحاف کے اوپر سے دباتی تھی اس لئے
اسے یہ تپ نہ لگا کہ جس چیز کو میں دبا رہی ہوں وہ حضور
کی ٹانگیں نہیں ہیں بلکہ پٹنگ کی پٹی ہے تھوڑا دیر بعد
حضرت نے فرمایا بھانو آج تو بڑی سردی ہے۔ بھانو کہنے
لگی ”ہاں جی تدے تے تہادیاں لتاں لکڑیاں وانگر
ہوئیاں ہوئیاں این“

ہر با اخلاق شخص کو حق ہے کہ وہ دریافت کرے
کہ یہ بھانو کون ہے جو رات کے وقت مرزا جی کی ٹانگیں
دبا رہی ہے۔ سردی میں مرزا جی کی چارپائی پر رات
کو بیٹھی ہے کیا کہیں کوئی محرم عورت ہے یا مریدی ہے
یقینی بات ہے کہ ملازمہ کوئی محرم تو ہے نہیں تو پھر کیا
نامحرم عورت کو ٹانگیں دبانے کے لئے ملازم رکھا کسی
شریف مرد کے لئے جائز ہے۔

سیرۃ المہدی ص ۲۸ حصہ سوم روایت ۷۸۷
”ایک زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت
میں میں اور اہلیہ بابو شاہدین رات کو پہرہ دیتی تھیں
حضرت صاحب نے فرمایا ہوا تھا کہ اگر میں سوتے میں کوئی

کچھ عرصہ پہلے اشاعت محرم الحرام ۱۳۸۶ھ میں مرزا
قادیانی کے اخلاقی پہلو کو روشنی میں لانے کے لئے اور اس کے
دعویٰ تجدید و اصلاح اور نبوت کو باطل کرنے کے لئے
مختلف پہلوؤں پر بحث کی گئی تھی۔ ان میں سے ایک پہلو
مرزا قادیانی کی سیرۃ کا تھا۔ جس میں یہ ثابت کیا گیا تھا کہ
مرزا قادیانی نامحرم عورتوں سے میل جول اور خلط ملط رکھتے
تھے اس کے ثبوت میں ایک حوالہ اخبار الحکم جلد ۱۳
کا بھی دیا گیا تھا۔ اسی نوعیت کے چند اور حوالجات ہدیہ
ناظرین ہیں :-

اخبار کا پہرہ عموماً دستیاب نہیں ہو سکتا اور مرزا کی
کی عام عادت ہے کہ جس حوالہ کے متعلق ان کو علم ہو کہ بیان
کرنے والے کے پاس اس وقت اصل موجود نہیں اس سے
وہ عمداً انکار کر جایا کرتے ہیں۔ باوجودیکہ ان کے علم میں ہوتا
ہے کہ بیان کرنے والا درست بیان کر رہا ہے۔

اس لئے اس صحبت میں ایسے حوالجات ذکر کئے جائیں گے
جو ایسی کتاب کے حوالہ جات ہیں جو عام دستیاب ہو سکتی ہے
اخبارات کے فائلوں کی طرح نادار الوجود چیز نہیں۔ تازہ
طبع شدہ کتاب ہے۔ نیز اس میں واقعات کو قلمبند
کرنے والا مرزا قادیانی کا حقیقی لڑکا مرزا بشیر احمد صاحب
ہے۔ جس کے بیانات سے کسی کو انکار کی ہمت نہیں ہو سکتی
اور نہ اپنے باپ کے متعلق کوئی خلاف واقعہ چیز
درج کرنا گوارا کر سکتا ہے نہ وہ مرزا قادیانی سے مختلف

بھر جاتا تھا وہ دفعہ ایسا موقع آیا کہ عشا کی نماز سے لے کر صبح کی اذان تک مجھے ساری رات خدمت کرنے کا موقع ملا پھر بھی اس حالت میں مجھ کو نہ نیند کی غنودگی نہ ٹکان معلوم ہوئی۔ بلکہ خوشی اور سرور پیدا ہوتا تھا..... حضور نے فرمایا کہ زینب اس قدر خدمت کرتی ہے کہ ہمیں اس سے شرمندہ ہونا پڑتا ہے آپ کئی دفعہ اپنا تبرک مجھے دیا کرتے تھے۔“

یہ تیسرا واقعہ ہے جس میں ساری ساری رات مرزا قادیانی اپنی مریدنیوں کو اپنے ہاں مختلف خدمات کیلئے اپنے پاس ٹھہرنے کا موقع دیتا ہے۔ سمجھ نہیں آتا کہ رات کے وقت مرزا کو پہرہ دینے والی عورتیں رات کو پنکھا ہلانے والی عورتیں چارپائی پر بیٹھ کر ٹانگیں دبانے والی عورتیں ہی کیوں ہوتی ہیں۔ کیا مرزا جی کی خدمت کرنے کے لئے مرد نہیں ملتے یا مرزا جی مردوں سے خدمت لینا پسند نہیں کرتے پھر عشا سے لے کر صبح تک ایک نامحرم عورت پنکھا ہلا رہی ہے مرزا جی ممنون ہو کر اس کے سامنے اپنی شرمندگی کا اظہار بھی کرتے ہیں طرہ یہ کہ اس نامحرم عورت کو اپنا بچا ہوا کھانا وغیرہ بھی بطور تبرک عنایت فرماتے ہیں۔ کسی شریف آدمی کو کیا حق پہنچتا ہے۔ کہ نامحرموں کو رات بھر اپنے ہاں ٹھہرنے دے۔ ایسا صلح کہیں پیرس یا امریکہ میں ہونا تو بہتر تھا۔ کسی عیسائی کو معلوم ہو گیا تو وہ کیا کہے گا؟ مرزا جی انجیل کے غیر مصدقہ واقعہ پر بنیاد رکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی مختلف تصانیف میں اعتراض کرتے ہیں مگر اپنی حالت یہ ہے جو بیان ہوئی۔ یہ بیانات کسی دشمن کے نہیں بیرونی آدمی کے نہیں گھر کے آدمی کے قلمبند کردہ بیانات ہیں۔ مرزا جی کے حقیقی بیٹے کے بیانات ہیں۔ جن سے کسی کو گنجائش انکار نہیں۔

اسلام نے قرآن و سنت میں نامحرم عورتوں سے خلط کو منع کیا ہی ہے اور اس کے متعلق بہت سی وعیدیں

بات کیا کروں تو مجھے جگادینا۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں نے آپ کی زبان پر کوئی الفاظ جاری ہوتے سنے اور آپ کو جگادیا اس وقت رات کے بارہ بجے تھے ان ایام میں عام طور پر پہرہ پائی پھجو منشیاں الہیہ منشی محمد الدین گو جراتوالہ اور الہیہ بابو شاہدین ہوتی تھیں۔“

رات کے وقت پنجابی مصلح کی پہرہ دینے والی حفاظت عورتیں ہیں۔ پہلا سوال تو یہ ہے کہ پہرہ کس لئے ہے جب مرزا جی کو الہام ہو چکا ہے کہ اللہ تیری حفاظت خود کرتا ہے تو پھر پہرہ دار بچانے کی کیا ضرورت خدا کی حفاظت پر کیا اعتماد نہیں رہا۔ نیز اگر پہرہ دلوانا ہی ہے اور دشمنوں کا اتنا خطرہ ہے تو پھر پہرہ دینے والے کوئی موٹے تازہ جوان مرد ہونے چاہئیں نہ عورتیں۔ یہ عورتوں

کا پہرہ ہمارے مسلم میں قادیان کا مدعی اصلاح پہلا وہ شخص ہے جس نے اندھیری راتوں میں پہرہ پر عورتیں کھڑی کی ہیں۔ پنجابی کی مثل مشہور ہے۔ رناں کو لوں جو ر مردانے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ ان نامحرموں کو کیوں رات کا پہرہ دار مقرر کیا گیا ہے یہ یقینی چیز ہے کہ یہ عورتیں جو پہرہ دے رہی ہیں۔ مرزا جی کے محارم میں سے نہیں۔ اور اگر مستورات سے پہرہ دلوانے کا ہی شوق ہے تو پھر اپنی بہو بیٹیاں زیادہ مناسب ہیں جو محرم تو ہوں گی کیا پنجابی مصلح اسی قسم کی اصلاح کا ٹھیکہ لے کر آیا ہے۔

سیرۃ المہدی ص ۲۴۳-۲۴۴ مروایت عن ۹۱۔ ڈاکٹر

سید عبدالستار شاہ صاحب نے مجھے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ مجھے میری لڑکی زینب نے بیان کیا کہ میں تین ماہ کے قریب حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں رہی ہوں گرمیوں میں پنکھا وغیرہ اور اسی طرح کی خدمت کرتی تھی بسا اوقات ایسا ہوتا کہ نصف رات یا اس سے زیادہ مجھے نیکھا ہلانے گذر جاتی تھی مجھ کو اس آٹنا میں کسی قسم کی ٹکان و تکلیف محسوس نہیں ہوتی تھی بلکہ خوشی سے دل

آئی ہیں۔ مثلاً فرمایا کہ ایسے موقع پر شیطان کی مداخلت ہوتی ہے۔ مگر اخیر میں مزائی لٹریچر سے بھی اس مسئلہ کے متعلق چند حوالجات نقل کر دوں جن سے معلوم ہوگا کہ کھانے کے دانت اور ہوتے ہیں اور دکھانے کے اور۔

سیرۃ المہدی حصہ سوم ص ۱۸ روایت ۴۷۷
ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عورتوں سے بیعت صرف زبانی لیتے تھے ہاتھ میل ہاتھ نہیں لیتے تھے خاکسار عرض کرتا ہے کہ حدیث سے پتہ لگتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی عورتوں سے بیعت لیتے ہوئے ان کے ہاتھ کو نہیں چھوتے تھے دراصل قرآن شریف میں جو یہ آیا ہے کہ عورت کو کسی غیر محرم پر اظہار زینت نہیں کرنا چاہئے اس کے اندر لمس کی ممانعت بھی شامل ہے۔ کیونکہ جسم کے چھونے سے بھی زینت کا اظہار ہو جاتا ہے۔

خط کشیدہ فقرہ خاص قابل غور ہے کہ جب مرزاجی کا بیٹا یہ کہتا ہے کہ ہاتھ لگانے میں اظہار زینت ہوتا ہے تو وہی خود جواب دے کہ اس کے والد مدعی اصلاح کیوں غیر عورتوں سے ڈبڑاتے تھے۔ جب بیعت کے وقت ہاتھ سے ہاتھ ملانا ناجائز سمجھتا ہے تو پھر راتوں رات نامحرم عورتوں کو کیوں اپنے ہاں رکھتا تھا کیا یہ قرآنی تعلیم کے موافق ہے؟

نور القرآن حصہ دوم ص ۲۵ و ۲۶۔ قرآن مجید کی یہ تعلیم ہے کہ نہ تو شہوت سے اور نہ بغیر شہوت کے بیگانہ عورت کے منہ پر ہرگز نظر نہ ڈال اور ان کی باتیں مت سن اور ان کی آواز مت سن اور ان کے حسن کے قصے مت سن کہ ان امور سے پرہیز کرنا بچے ٹھوکر کھانے سے بچانے کا جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے قل

للمؤمنین لیغضوا من ابصارہم و یحفظوا فروجہم ذلک ازکی لہم یعنی مومنوں کو کھدے کہ نامحرم کو دیکھنے سے اپنی آنکھوں کو بند رکھیں اور اپنے کانوں اور ستر گاہوں کی حفاظت کریں۔ یعنی کان کو بھی ان کی نرم باتوں ان کی خوبصورتی کے قصوں سے بچاویں کہ یہ سب طریق ٹھوکر کھانے کے ہیں اور تجربہ بلند آواز سے بلکہ چخیں مار مار کر ہمیں بتلا رہا ہے کہ بیگانہ عورتوں کو دیکھنے میں ہرگز انجام بخیر نہیں ہوتا۔

ایک طرف مرزا قادیانی کا یہ قول رکھو گویا اس شخص نے کبھی بیگانہ عورت کی صورت نہیں دیکھی نامحرم سے کبھی بات تک نہ کی ہوگی۔ لیکن تصویر کا دوسرا رخ بھی سامنے رہے کہ نامحرم عورتوں سے رات بھر ٹانگیں دہرائی جاتی ہیں سردی کا شباب ہے اور بیگانہ عورت مرزاجی کے پینگ پر بیٹھی ان کی ٹانگیں دبا رہی ہے۔ یہی واعظ مرزا جی ہیں جن کے پاس رات کے وقت پہرہ دینے والی نامحرم عورتیں ہیں ان کو ہدایت ہے کہ کوئی بات سوتے میں میرے منہ سے نکلے تو مجھے جگا دینا کیا جگانے میں وہ ہاتھ نہ لگاتی ہوں گی یا لاٹھی سے دُور بیٹھے بیٹھے جگا دیتی ہوں گی؟ یہی مرزاجی اور دلوں کو نصیحت خود میاں فصیح فصیح مصلحت ہیں جو ساری ساری بات نامحرموں سے نکھارواتے ہیں ان کو اپنا بچا ہوا تبرک بھی دیتے ہیں۔ کیا ان سے باتیں نہیں کرتے۔ مرزاجی کا خط کشیدہ فقرہ بہت درست معلوم ہوتا ہے شاید مرزاجی نے خود تجربہ کیا ہے۔ اور مندرجہ بالا نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ یہ ہے سیرت اور کیر کیر ہمارے پنجابی مدعی نبوت و تجدید کا۔

مسئلہ امامت خلافت

(۲)

(از مولانا حکیم پیر عبدالحق صاحب ٹانڈوی نزیل امرتسر)

کہ آنحضرت بھی تمام ائمہ طاہرین کے ساتھ بعض روحوں کو قبض کرتے ہیں یا تمام روحوں کے قبض کرنے میں حکم خدا دخل رکھتے ہیں۔ مگر تقیہ کے سبب منافقوں سے اور ان یاران سے جن کی عقل ضعیف ہے۔ اس کی تصریح نہیں کی جیسا کہ خطبہ غیر مشہورہ میں فرمایا کہ میں حکم خدا زندہ کرنے والا اور مارنے والا ہوں۔

۳) انکے عزم میں امام وہ جسکے اختیار میں اس کی موت و حیات ہو۔ اصول کافی ص ۱۵ میں ہے باب

ان الائمة عليهم السلام يعلمون متى يموتون وانهم لا يموتون الا باختيار۔ (ترجمہ) باب ہے اس کا ائمہ اپنی موت کا وقت جانتے ہیں۔ آگے چل کر ابوصبیہ کہتا ہے امام صادق علیہ السلام نے فرمایا جس امام کو اپنی مصیبت کا علم نہ ہوا کہ اس کو کب مصیبت پہنچے گی تو وہ خدا کی طرف سے خلوق پر حجت نہیں ہو سکتا۔

۴) امام انکے نزدیک ہو سکتا ہے جسکو علم ماکان و مایکون حاصل ہو۔ چنانچہ اصول کافی ص ۱۵ میں یوں

باب باندھا ہے باب ان الائمة عليهم السلام يعلمون علم ماکان و مایکون و انه لا يخفى عليهم شئ۔ باب اس امر کا کہ ائمہ کو علم ماکان و مایکون حاصل ہوتا ہے۔ اور ان پر کوئی امر کائنات سے مخفی نہیں ہوا۔

پس بحث مذکور سے بوضاحت معلوم ہو گیا کہ عصمت امام کے لئے شرط کرنے والا اگر وہ مختلف قسم کی الجھنوں میں مبتلا ہے۔ بخلاف اس گروہ کے جنہوں نے ما انا علیہ واصحابی کا راستہ اختیار کیا ہے وہ لوگ عصمت کو خاصہ انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات قرار دیتے ہیں۔ اور اس قسم کے متناقضات سے محفوظ ہیں۔ گمراہ فریق نے امام کے لئے چند صفات اور تجویز کی ہیں کہ اگر وہ کسی نبی میں یا خاتم الانبیاء میں نہ ہوں۔ تو کم از کم ان کے امام کے لئے ہونا تو لازمی ہے۔

۱) موتوں مصیبتوں نسبوں فیصلوں غلی یا تو کا علم امام کو ہونا۔ چنانچہ امیر المومنین اصول کافی ص ۱۵ پر

فرماتے ہیں: ”رسول کے کام کی طرح میں پانچ چیزیں دیا گیا ہوں جو کسی کو مجھ سے پہلے نہیں دی گئیں۔ مجھے موتوں مصیبتوں۔ نسبوں۔ فیصلہ حق کے علوم دئے گئے ہیں پہلی باتیں مجھ سے چھپی نہیں رہیں۔ اور نہ غیبی امور مجھ سے مخفی ہیں۔ میں خدا کے حکم سے بشارت دوں گا اور خدا کی طرف سے سب کچھ پیدا کر دوں گا۔ ان تمام امور کا مجھے خدا نے کلی اختیار دیدیا ہے۔“

۲) انکے عزم میں امام کو قبض ارواح میں بھی دخل ہونا۔ ملاحظہ ہو حق البقین اردو ص ۴۹ ”حدیث میں اشارہ ہے

اور عجب ترین یہ ہے کہ امام غائب کے لئے تو اتنے شائق ہیں کہ حضرت خاتم الانبیاء مالک لولاک صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی فتویٰ لگا دیا۔ کہ جب امام غائب آئیں گے تو سب سے اول حضور علیہ السلام ہی ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ اس پر اہل حق نے شور مچایا کہ یہ کیا غضب کیا قیامت ہے یہ کیا ہونے کو ہے تو جھوٹ سے ایک اخبار نویس لکھتا ہے کہ تم لوگ بھی تو کہتے ہو کہ ابوبکر کے پیچھے حضورؐ نے سرہ نمازیں پڑھیں ہیں اگر وہ تفضیل مفضل جائز ہے تو ہمارے امام کی بیعت کیا حرج ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ وہ بیعت اطاعت نہیں بلکہ بیعت نصرت ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

ناظرین پر ہی فیصلہ و انصاف ہے کہاں بیچھے نماز پڑھنا اور وہ بھی حضور کے فرمانے سے بار بار کے اصرار سے جس کو امام بخاری فرماتے ہیں یا بی اللہ و یا بی المؤمنون کے عنوان سے اور کہاں بیعت کرنا۔ گویا کہ جس فعل کو اہل حق استخلاف علی سمجھتے ہیں اس کو خود بیعت کر لینے کے مراد قرار دینا عقل کے اندھوں کے سوا کسی دوسرے کا کام تھوڑا ہی ہے۔

امام کیلئے جو شرائط اہل زین نے اوپر لگائی ہیں یہ ایک جگہ ان کی کتابوں میں نہیں مل سکتیں جگہ جگہ متفرق اس نجاست کو انہوں نے اپنی کتابوں میں اونڈیلا ہے وہاں سے بمعہ حوالہ جات ناظرین کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ اب فیصلہ ارباب عقل خود کر سکتے ہیں۔

تحقیق حق اس مسئلہ میں یہ ہے کہ اس امت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فعل مبارک ہی حجت ہے حضور صلعم نے استخلاف عملی کے ذریعہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ یا جانشین بنادیا اپنے سامنے اُن سے

اصول کافی ص ۱۱ میں ہے۔ ”امام صادقؑ نے فرمایا جو کچھ آسمان و زمین میں ہے۔ میں وہ سب کچھ جانتا ہوں اور گزشتہ و آئندہ کل واقعات دُنیا کا بھی مجھے علم ہے۔“

حق الیقین ص ۱۳۲ میں ہے۔ ”میں صاحب عصا ویم ہوں۔ میں وہ ہوں کہ خدا نے ابروں و رعدوں اور برقوں کو اور تاریکی اور روشنائی اور ہوا اور پہاڑوں اور دریاؤں اور ستاروں اور آفتاب اور مانتاب کو میرا مسخر کیا ہے۔ میں اس امت کا ہادی ہوں“ یہ سب حضرات امیر المؤمنین علیہ السلام کے ذمہ جھوٹ تھوتے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ امیر یا امام وہ ہونا چاہئے۔ جس کے تابع حکم سب کائنات ہو۔

افسوس کہ خلفاء ثلاثہ کے مقابلہ میں قلت اعوان و انصار کا عذر بالکل فضول ٹھیرا۔ رعد و برق کو ہی اشارہ فرماتے کہ سب کو ایک آن میں بھسم کر ڈالتی ہمارجین و انصار کے دروازوں پر حنین رض کو ساتھ لیکر امداد حاصل کرنے کے لئے جانے کی کیا ضرورت تھی صرف انہیں صفات پر بس نہیں بلکہ امام کے لئے ایک عجیب شرط قرار دی ہے۔ وہ یہ ہے :-

(۵) امام رحم سے نہیں بلکہ مان کی ران سے نکلتے ہیں۔

حق الیقین ص ۱۱۲ میں ہے۔ ”دوسری روایت کے مطابق حضرت نے فرمایا کہ ہم اوصیاء انبیاء کا محل پیٹ میں نہیں رہتا بلکہ پہلو میں رہتا ہے اور ہم رحم سے باہر نہیں نکلتے بلکہ مان کی ران سے نکلتے ہیں۔ کیونکہ ہم خدا کے نور ہیں۔ اور خدا نے چرک و نجاست سے ہم کو دور کیا ہے۔“

مقام غور ہے۔ انبیاء علیہم السلام پر توصیفہ گناہ کا ارتکاب بھی جائز ہے۔ مگر ائمہ کے لئے دیکھئے کیسے کیسے بلند مقامات تجویز ہوئے ہیں۔

عمل کر دیا امت کو ان کے پیچھے چلنے کی ہدایت فرمائی۔
اقتدا بالذین من بعدی ابی بکرم و عمر کے
صریح الفاظ ارشاد فرمائے۔

دین کی بنا پانچ چیزوں پر قرار دی۔ ایمان۔ نماز۔
زکوٰۃ۔ حج۔ روزہ۔ ایمان تو تصدیق قلبی کا نام ہے۔ باقی چار
ارکان جو عملی ہیں ان کے اندر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
کو نماز کا امام بنایا اور سترہ نمازیں ان کے پیچھے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے ادا فرمائیں۔ اور حج کی امامت ابوبکر صدیق
کو سپرد فرمائی۔ اگر خم غدیر کے واقعہ کو صحیح تصور کر لیا جائے
تب بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ استحلاف نماز کے اندر
اور حج کے اندر کہیں بڑھ کر ہے۔ ایک تو صرف یہ کہ دنیا
کہ فلاں میرا خلیفہ ہے اور ایک یہ کہ اپنے مصلے پر ہاتھ
یکڑ کر کھڑا کر دینا اور حج جیسے عظیم الشان فریضہ کی
باگ ڈور ان کے سپرد کر دینا ان دونوں میں کم از کم
زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پس اس کے بعد یہ سمجھنا چاہئے
کہ یہ استحلاف ارکان اسلام میں جو عملاً واقعہ ہوا ہے گویا
جملہ اسلامیات اس کے ماتحت آگئے۔ کیونکہ ارکان اسلام
چار ہیں۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ مگر ان میں دو اصل

ہیں اور دو ان کے تابع۔ نماز اصل ہے اور زکوٰۃ اس کی
تابع۔ کیونکہ نماز کا تعلق براہ راست حق تعالیٰ اجل شانہ
سے ہے گویا نماز اس کے دربار کی حاضری اور اس کی
تعظیم اور اس سے عرض معروض کرنے کا نام ہے۔ اور
زکوٰۃ کا تعلق بلا واسطہ تو محتاجوں اور فقراء سے ہے اور
بواسطہ ان کے یہ بھی گویا اطاعت حق تعالیٰ ہے۔ جیسے
کوئی بادشاہ اہل دربار کو اپنے سامنے پانچ دفعہ روزانہ
حاضری کا حکم دے اور یہ بھی حکم دے کہ ہم جو کچھ تم کو
انعام و اکرام دیا کرتے ہیں۔ ان میں سے کچھ حصہ ہماری
غریب رعایا کو دیا کرو جو دربار کے راستہ میں خیرات
کے موقع پر بیٹھ جاتے ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ دربار کی
حاضری تو مقصود بالذات ہے اور صدقہ و خیرات
اس کے تابع اور یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ہر جگہ قرآن
مجید میں زکوٰۃ کو نماز کے بعد بیان فرمایا جیسے یقیناً
الصلوة و یوتون الزکوٰۃ اور اقیمو الصلوة و
آتوا الزکوٰۃ وغیرہ وغیرہ۔ پس گویا حضرت ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ کو نماز کا امام بنایا یہ تبتاً زکوٰۃ کیلئے بھی اختلاف ہے
اسی طرح فریضہ حج کا تعلق براہ راست حق تعالیٰ سے ہے۔
(باقی آئندہ)

انوار صدیقی

ہمارے محترم جناب پروفیسر حکیم تاج الدین صاحب تنج الشعراء نے صحابہ کرام رضی اللہ
عنہم کی مدح کا ایک سلسلہ شروع کیا ہے چنانچہ "انوار صدیقی" کے نام سے اس سلسلہ کا
پہلا نمبر شائع ہوا ہے۔ جس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل و محامد کو نظم کے پیرایہ میں اس عمدگی سے بیان کیا گیا ہے۔ کہ
اسکے پڑھنے سے ایمان تازہ ہوتا ہے۔ یہ رسالہ ۳۲ صفحات پر شائع ہوا ہے کاغذ کی خوشتر باگرانی کے ایام میں تاج صاحب
کی یہ ہمت قابل داد ہے آپ یہ رسالہ مفت تقسیم کر رہے ہیں مخیر اصحاب کا فرض ہے کہ اس معاملہ میں تاج صاحب کی
حوصلہ افزائی کریں۔ اور انہیں رسالوں کی طباعت کے مصارف کے فکر سے نجات دلائیں۔ آپ کا ارادہ دیکر صحابہ کرام
کے فضائل بھی شائع کرنے کا ہے جو صاحب اس اہم دینی خدمت میں حصہ لینا چاہیں وہ براہ راست تاج صاحب خط و کتابت
کریں۔ اور جس صاحب کو رسالہ درکار ہو وہ ۲ روپے ٹکٹ برائے محصول اک بھیج کر مندرجہ ذیل پتہ سے مفت طلب
کریں۔ پروفیسر حکیم تاج الدین صاحب تاج صدارہ عالیہ مجدیہ محلہ سجوری عقب بارہانا صاحب

گریہ و بکا انصاف پسند شیعہ کی نظر میں

مندرجہ ذیل مضمون مسید اصطفیٰ صاحب کے قلم سے ہے جس کو شیعہ ریڈیکل سوسائٹی لکھنؤ گھری نے بصورت رسالہ شائع کیا ہے۔ رسالہ بہت دلچسپ ہے اس لئے ہم اس کو غیر ضروری شخص کے حذف کے بعد ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ (مدیر)

یہ حقیقت محتاج ثبوت نہیں اور ہر مذہب و ملت کے مسلمات سے ہے کہ افراط و تفریط ہر امر میں حتیٰ کہ عبادات تک میں غیر مدوح ہے۔ اور حق و حقیقت کا وجود عدل و اعتدال ہی میں پایا جاتا ہے۔ اسی لئے مسلمانوں میں خید الا موسر اوسطھا کا اصول جزو ایمان ہے۔ شیعوں میں تو عدل و اعتدال توحید کے بعد سب سے پہلا اصول دین ہے۔

پھر جبکہ شارع نے ہر شے حتیٰ کہ عبادات میں افراط و تفریط کی ممانعت اور عدل و اعتدال کی تاکید فرمائی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ”شدت بکاء علی الحسینؑ“ کو اس شرط سے مستثنیٰ سمجھا جائے۔ اور اس کے مفید و مضر ہونے پر غور نہ کیا جائے۔ بالخصوص جبکہ بکاء علی الحسینؑ نہ اصول دین کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور نہ فروغ دین کی۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ آئمہ اہلبیت علیہم السلام جو بکاء علی الحسینؑ پر وجوب جنت کی بشارت دی تھی۔

وہ بالکل حق پر مبنی تھی، زمانہ ایسا تھا کہ حسینی واقعات کا ذکر یا پر و پیگنڈا ہی نہیں بلکہ آبادی سے باہر جانا اور قبر حسینؑ کی زیارت کرنا اپنی موت کو خود دعوت دینے کی کم نہ تھا۔ چہ جائیکہ مالا اعلان ذکر حسینؑ کہ یہ تو یقینی موت تھی۔ ہر طرف بنو امیہ کا دور دورہ تھا، دار و رسن، قید و بند، ظلم و جبر کا ڈنکا بج رہا تھا، ہر شیعہ اپنے خاندان کی اور اپنی قوم کی بقا کے لئے ہر وقت لرزاں و ترساں

تھا۔ شیعوں نے علیؑ اور حسینؑ پر نام رکھنا چھوڑ دیئے تھے۔ اور جو پہلے سے ان ناموں سے موسوم تھے وہ اپنے ناموں کی بجائے اپنی کمیتوں سے کام لیتے تھے۔ جان، مال اور عزت ہر وقت خطرہ میں تھے۔ ایسے ماحول میں حسینؑ پر رونا جو واقعات کر بلا یا بنی امیہ کے مظالم کے تذکرہ کے بغیر ممکن ہی نہ تھا۔ اور جس میں ہر وقت دار و رسن، قید و بند کا ڈر لگا رہتا تھا۔ تاہم ایثار تھا کہ اس پر وجوب جنت کی بشارت بے جا نہ تھی۔ یہ بالکل ہی ایسی بات ہے جیسے کسی پیاسے کو ایک پیالہ پانی پلانے پر جنت کی بشارت عرب کے ریگستان میں آج بھی بعض وقت موت و زلیلت کا فیصلہ ایک پیالہ پانی پر ہوتا ہے۔ اگر کوئی سخی اپنی ضرورت پر ترجیح دے کر کسی جان بلب پیاسے کو پانی پلا کر اس کی جان بچائے تو یہ ایثار یا نہیں جس کی قیمت قدرت کی طرف سے جنت کی شکل میں نہ ادا کی جائے۔

مگر کیا ہندوستان کے حالات کو دیکھتے ہوئے (جہاں پانی سے زیادہ یہیہ الحصول کوئی دوسری شے نہیں، دریا، نہریں، کنویں، تالاب، اور وائرڈ کس کے تل قدم قدم پر موجود ہیں) ایک پیالہ پانی کی اتنی ہی بڑی اہمیت ہو سکتی ہے۔ یقیناً نہیں۔ اسی اصول پر اصل مسئلہ کو منطقی کر کے دیکھئے۔ کیا ہمارے ملک کے موجودہ ماحول میں جبکہ حسینی اوصاف و فضائل کی نشر و اشاعت بلکہ اموی مظالم کے اعلان پر کوئی پابندی

رونے کی افراط کے وجوہ و نتائج

رونے کی ترغیب کے دلائل کو روزی بنانے کے لئے کبھی کبھی قرآن شریف کی حسب ذیل آیت پیش کی جاتی ہے۔
فَلْيَبْكُوا كَثِيرًا (ترجمہ۔ پس انہیں جابھیں کہ منہسین تو تھوڑا اور روئیں بہت سا)

کیوں جناب؟ پس یا لہذا سے اگر کوئی فقرہ شروع ہوتا ہے تو کیا اس کے چہرے پر یہ نہیں ہوتے کہ اس فقرہ سے پہلے کوئی تذکرہ ہو چکا ہے اور اسی تذکرہ کا نتیجہ پس یا لہذا کے بعد والے فقرہ میں بیان کیا جاتا ہے۔ اگر میرا خیال صحیح ہے تو آئیے اس سے پہلی عبارت کا ترجمہ سنئے۔ پیچھے رہ جانے والے رسول خدا کے خلاف اپنے بیٹھ رہنے سے خوش ہوئے۔ اور اس سے انہوں نے نفرت کی راہ خدا میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے اور لوگوں سے کہا کہ گرمی میں نہ نکلو۔ تم یہ کہو (اے رسول) کہ آتش دوزخ کی گرمی تو بہت بڑھی ہوئی ہے۔ کاش یہ سمجھتے ہوتے۔ پس انہیں چاہئے کہ منہسین تو تھوڑا اور روئیں بہت سا۔

اگر اس پر بھی جناب کو یہ سمجھنے میں تامل ہے کہ قرآن کا روئے سخن ہماری طرف نہیں ہے اور نہ یہ حکم ہم خدامان الہیت کو دیا گیا ہے بلکہ صاف صاف منافقوں سے فرمایا ہے۔ تو ملاحظہ فرمائیے مولانا مقبول احمد صاحب مرحوم کا نوٹ جو آیت موصوف کے حاشیہ پر درج ہے ”خدا نے تعالیٰ کا یہ فقرہ منافقوں کی دنیا و آخرت کی حالت کی خبر دیتا ہے یعنی چند روزہ دنیا میں تو یہ منہس لیں گے اور عاقبت میں ابد الابد کے لئے روتے رہیں گے امر کے صیغے اس لئے ہیں کہ یہ سمجھ لیں کہ حتماً اور حتماً ہوگا اور سننے اور رونے کا لفظ جو استعمال فرمایا یہ خوشی اور رنج کی طرف اشارہ ہے۔ فیصلہ آپ خود فرمائیے۔

(باقی آئندہ)

نہیں ہم جس طرح او جس جگہ چاہتے ہیں ان تذکروں کو گھروں میں، امام باروں میں، سڑکوں پر، گلیوں اور بازاروں میں کرتے پھرتے ہیں ہر کوچہ و بازار سے حسینی علم، تعزیت، و دل کے جلوس نکلتے ہیں۔ کیا آج بھی ذکر حسین پر صرف دو آنسو بہا لینا ہمیں جنت کا سستی نباسکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ کوئی مقصود بالذات چیز نہیں بلکہ اصل چیز حسینی زندگی کو منظر عام پر لانا اور اس پر حتی الوسع عامل ہونا ہے، تاکہ امت میں حسینی حریت، حسینی جاننازی، حسینی جرأت، حسینی صداقت، حسینی ایثار کا جذبہ پیدا ہو، اس میں شک نہیں کہ اس دور ابتلا میں جبکہ رونا بھی جان و مال کے خطرے سے خالی نہ تھا۔ صرف چار آنسوؤں پر جنت کی بشارت نہ محض صحیح تھی بلکہ ضروری تھی، لیکن اب جبکہ حالات کچھ اور ہیں اصل مقصود کو پس پشت ڈال کر ”بکا، علی الحسین“ ہی کو اپنی زندگی کا منشاء اور جنت تک رسائی کا ذریعہ سمجھ لینا سخت نادانی ہے۔

یہ کوئی غامض فلسفہ نہ تھا جس کا سمجھنا مشکل ہوتا نہ کوئی الہامی ہدایت تھی جس پر کاربند ہونا ضروری قرار پاتا بلکہ سامنے کا نفسیاتی مسئلہ ہے جسے کم از کم ہمارے علمائے کرام کو ضرور سمجھنا چاہئے تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ منع کرنے کے بجائے وہ ہمیں اس کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور اس طرح اسوہ حسینی کو دنیا سے شانے میں غیر اراوی طور پر حصہ لے رہے ہیں۔ بس یہی وہ تلخ حقیقت ہے جسکو سامنے رکھ کر شیخ ریڈیکل سوسائٹی نے یہ رسالہ شائع کرنے کا تہیہ کیا ہے (خواہ اس کے جواب میں ہم کو کتنی ہی تلخ باتیں کیوں نہ سنا پڑیں۔)

جہاں اگرچہ دگرگوں ہے قم باذن اللہ
وہی زمیں وہی گردوں ہے قم باذن اللہ
کیا نوائے اناللقی کو آتشیں جس نے
تری رگوں میں وہی خوں ہے قم باذن اللہ اقبال

تبلیغی کتابیں

کشف التلبیس - مصنفہ مولانا سید ولایت حسین شاہ صاحب دیوبند - یہ کتاب شیعوں کے مشہور

رسالہ "نور ایمان" کے جواب میں لکھی گئی ہے شیعوں کا یہ رسالہ لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو کر ہزار ہا سنی نوجوانوں کی گمراہی کا باعث بن چکا ہے شیعہ رؤسا کی طرف سے سنیوں میں مفت تقسیم ہوتا رہتا ہے شیعوں کی اس ظلمت کفر کا عقلی و نقلی دلائل سے مہذب پیرایہ میں تبلیغ رد اس کتاب میں موجود ہے شیعوں کے تمام مطاعن و اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں قیمت حصہ اول ۴ حصہ دوم ۶ حصہ سوم ۴ مکمل طلب کرنے پر ۱۲ محصول اک علاوہ

برقِ آسمانی - جس میں مرزائے قادیانی کے اپنے قلم سے اسکے سوانح و عقائد عبادات و

معاملات و کارنامے تفصیل کے ساتھ درج کئے گئے ہیں علاوہ ازین خلیفہ نور الدین و مرزا محمود کے سوانح حیات اور انکے عقائد وغیرہ بیان کرنے کے بعد حیاتِ مسیح کے مسئلہ عقلی و نقلی دلائل جمع کئے گئے ہیں اس کتاب نے مرزائیوں کا ناطقہ بند کر دیا ہے رعایتی قیمت ۴

جریدہ شمس الاسلام کا شیعہ نمبر المعروف

صور اہل - جو اگست ۱۹۰۷ء میں شائع ہو کر خراج تحسین حاصل کر چکا ہے اس میں بڑی خوبی ہے

کہ شیعہ صحاحمان کے حق میں ہمیں سخت الفاظ استعمال نہیں کئے گئے مختلف ذرائع گونا گوں حوالوں اور ان کی مستند کتابوں اور غیر مسلم مصنفین کی تحریروں سے ناقابل تردید مختصر اور جامع الفاظ میں نقشہ کھینچا گیا ہے اور جہاں مسئلہ مدح صحابہ و تبرائے قرآن مجید احادیث نبی کریم احوال ائمہ سادات صوفیائے کرام کے ارشادات اور عقلی و نقلی براہین سے

مکمل روشنی ڈالی گئی ہے اور اسلامی جرائد اور اکابر ملک کے افکار و آراء کے اقتباسات کے علاوہ سینہ صدہ اسلامی تاریخ میں سے تبرائے بازی کے ہولناک نتائج بیان کئے گئے ہیں حجم ۱۳۲ صفحہ قیمت ۴ محصول اک

تاریخ نقشبندیہ - مولفہ مولانا حکیم حافظ عبدالرسول صاحب بکھروی اس کتاب میں

مرزا قادیانی کے ان اعتراضات کا مدلل جواب دیا گیا ہے جو اس نے صوفیائے کرام پر کئے تھے قیمت صرف ۴ علاوہ محصول اک اس رسالہ میں صدہا علمائے اسلام کے فتاویٰ جمع کئے گئے ہیں جن میں دلائل واضح و براہین قاطعہ سے فرقہ ورافض و مرزائیہ کا ارتداد اور رافضی و مرزائی سے سنی عورت کا نکاح ناجائز ثابت کیا گیا ہے حجم ۱۰۰ صفحہ قیمت ۴

تحفہ میراثیہ - یعنی جریدہ شمس الاسلام کے دسمبر ۱۹۰۷ء کا ایڈیشن جو قادیان نبر کے نام سے موسوم ہوا تھا اس میں

عمدہ مضامین قادیانیوں کے رد میں درج ہوئے ہیں قیمت ۴

تحقیق شریع - مولفہ پیر قطبی شاہ صاحب مذہب شیعہ کے مہتر زادوں کا اشکاف فی سینکرہ پانچ سو پے فی نسخہ اور

تہدایا القرآن - عیسائیوں کے مشہور رسالہ حقائق قرآن کا بلین رد۔ تیسرا سی رسالہ کے ذریعہ مرزائیوں کے مغالطات بھی دور ہو سکتے ہیں عیسائی لاکھوں کی تعداد میں حقائق قرآن کو ہر سال مفت تقسیم کرتے ہیں لہذا ہدایات القرآن کی وسیع اشاعت نہایت ضروری ہے فی نسخہ ۱

کتاب تحقیق المرام فی منع القراءۃ خلف الامام

تصنیف لطیف حضرت مولانا مفتی غلام رسول صاحب قاسمی اٹھری رحمۃ اللہ علیہ اس میں مصنف مرحوم نے حقیقی مذہب کی تائید کرتے ہوئے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے پر قوی دلائل پیش کئے ہیں قیمت ۸

ملنے کا پتہ :- میلنجی جریدہ شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب)

فتاویٰ کا مجموعہ قیمت فی نسخہ - ر فی سینکڑہ صرف دو روپے -
محصول بندہ خریدار -

خاکساری فتنہ خاکساری لعنت کے خلاف یہ پہلی
علماء کرام کو بیدار کیا۔ جبکو پڑھ کر ہزاروں مسلمانوں کا ایمان
مشرقی لمحہ کی دستبرد سے محفوظ ہوا۔ اور جبکو دیکھ کر خاکساروں
کی تعداد کثیر نے خاکساریت سے توبہ کر لی۔ اس کتاب کی
مقبولیت عامہ کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ
تین سال کے عرصہ میں چار دفعہ ہزاروں کی تعداد میں طبع
ہو کر ہاتھوں ہاتھ نکل گئی یہ پانچواں ایڈیشن ہے جس
کے ۹۲ صفحات ہیں از مولنا پیر زادہ محمد بہا دینی صاحب
قاسمی قیمت فی نسخہ ۳۰

کشف الغطاء شیعوں نے ایک رسالہ شائع کیا تھا۔
جس میں بزم خود سو آیات قرآنیہ سے
ارسال یدین فی الصلوٰۃ پر استدلال کیا ہے مولانا سید غلام
شاہ صاحب پرہاروی نے کشف الغطاء کے نام سے اس کا
نہایت عمدہ رد تالیف فرمایا ہے جس میں قرآن وحدیث کا ثبوت
اور کتب مذہب شیوعہ سے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا ثبوت
شیعوں کے پیش کردہ دلائل کا جواب دیا ہے اسکے علاوہ
شیعوں کے دوسرے مسائل پر بھی بحث کی گئی ہے فی نسخہ ۲۰
المشرقی علی المشرقی مشرقی عقائد اور اس کی تحریک
کے خلاف افغانستان - سرحد
آزاد اور ہندوستان کے تقریباً ہر خیال کے اکابر علماء
مشرک اور اہل قلم حضرات کے تبصروں، بیانات اور فتاویٰ
مقتدر مجالس کے فیصلوں اور مشرقی کے متعلق مصری
وترکی اخبارات کی رائے کا قابل دید مجموعہ - قیمت
فی نسخہ ۳۰

رسالہ خیر جاری در مذہب خاکساری از تصنیف پیر زادہ
مولانا محمد بہا دینی

صاحب قاسمی القسری قیمت ۱ -
منظوم قوم تصنیف مولوی محمد بخش صاحب مسلم بی اے -
اس کتاب میں مصنف نے اچھوتوں پر ہندوؤں کے مظالم
اور اسلامی مساوات و اسلامی تعلیمات کو موثر پیرایہ میں بیان
کر کے اچھوتوں کو اسلام کی دعوت دی ہے قیمت ۵ -
اسلامی جہاد راولپنڈی میں فوج محمدی کے عظیم الشان کیمپ
منعقدہ ۸، ۹، ۱۰، ۱۱ دسمبر ۱۳۹۰ میں انصار
سپاہیوں سے آگے بکھرے الصوت پر خطاب جس میں اسلامی جہاد کی
حقیقت اور فوج محمدی کے نصب العین کو دفع کیا گیا ہے اور
عہد حاضر کی بعض طوائف عسکری تنظیموں پر بے لاگ تبصرہ
کیا گیا ہے از مولنا ظہور احمد صاحب بگوتی مجلس مرکزیہ
حزب الانصار بھیرہ قیمت -

خاکساری مذہب ضلع میانوالی کی اسلامی جماعتوں کے
نمائندہ اجتماع کے موقع پر مقام
میانوالی علماء کرام کی طرف سے خاکساری مذہب پر حقیقت افروز
تبصرہ جو بصورت ٹرکٹ شائع کر کے مسلمانوں میں تقسیم کیا گیا
از مولنا ظہور احمد صاحب بگوتی امیر مجلس حزب الانصار بھیرہ قیمت
مشرقی فتنہ - ملحد پنجاب عنایت اللہ مشرقی کے کفر پر
خیالات پر جواب تنقید از قلم جناب سید
ابوالاعلیٰ صاحب مودودی مدیر ترجمان القرآن قیمت فی نسخہ -
فی سینکڑہ صرف دو روپے علاوہ محصول ملاک

ضرب کاری مذہب خاکساری ملحد پنجاب عنایت
مشرقی کے عقائد
اور اس کی تحریک خاکساری کے متعلق علماء مصر و بیت المقدس
و ترکی و مکہ معظمہ کے حنفی شافعی مالکی اور حنبلی علماء کرام کے

ملنے کا پتہ :-
میتجر جریڈہ شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب)